© rasailojaraid.com

اقسام ملازمت

یہ مضمون اس مضمون کا دوسرا حصہ ہے جو بعنوان "کفار کی نوکری" اشاعۃ السنۃ نمبر ۱۱ و ۱۲ جلد ۵ مین درج ہو چکا ہے اور اس مین یہ ثابت کیا گیا ہے کہ نوکری مین نوکر کہنے والے کے کفر یا اسلام کا کوئی دخل نہین ہے ۔ نوکری کے جواز وعدم جواز کا مناط ومدار اس کام کا (جس کے متعلق نوکری ہو) اچھا یا بُرا ہونا ہے لہذا جو کام مسلمانون کو بجائے خود کرنا جائز ہے اسمین انکو نوکری بہی (مسلمان کی ہو خواہ غیر مسلمان کی) جائز ہے اور جو کام بُرا ہے اس مین انکو کسی کی (مسلمان ہو خواہ غیر) نوکری جائز نہین ہے ۔

اس مضمون مین اس اجمال کی تفصیل اور جائز وناجائز اقسام ملازمت کی تمثیل بادلیل پیش نظر ہے جسپر باعث مسلمانون کی موجودہ حالت کی اصلاح اور دین ودنیا مین ان کی فلاح کا خیال ہے ۔

مسلمانون مین عموماً دو قسم کے لوگ پائے جاتے ہین ایک وہ جو احکام شرعی کے پابند نہین ہین ۔ اور ان کا مسلمان کہلانا صرف اسوجہ سے ہے کہ وہ مسلمانون کے گھر پیدا ہوئے اور کلمہ الاسلام (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) پڑہتے ہین ۔ بعض ان مین ایسے بہی ہین جو بعض احکام وشعائر اسلام کے مطابق عمل بہی کرتے ہین کبہی کبہی نماز پڑہ لیتے ہین ۔ کچہ خیرات بہی کرتے ہین غیر معتاد ممنوعات (مردار ۔ خنزیر ۔ نجاسات) سے پرہیز رکہتے ہین مگر نہ بطور اصلی پیروی مذہب بلکہ صرف بحسب عادت وتقاضیہ عرف ۔ یہی وجہ ہے کہ وہ شراب پی لیتے ہین ۔ اور اگر اسی شراب کے برتن مین پیشاب کا چہینٹا پڑ جاوے تو اوسکو دہو لینا مذہبی فرض سمجہتے ہین ۔ حالانکہ مذہب کی رو سے شراب اور پیشاب مین فرق نہین ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ مردار نہین کہاتے مگر بیگانہ مال یا رشوت سی نہین بچتے - حالانکہ رشوت اور مال غیر کا ناحق کہانا ویسا ہی حرام ہے جیسا کہ مردار کہانا -

وہ عید کی نماز پڑہ لیتے ہین - غیر معین خیرات کرتے ہین مگر پنجگانہ نماز نہین پڑہتے اور نہ زکوۃ معین ادا کرتے ہین حالانکہ نماز عید اور خیرات غیر معین نفل ہے اور نماز پنجگانہ اور زکوۃ معین فرض - وہ علانیہ زنا کرتے ہین - اور زانیون سے کچہ پرہیز نہین کرتے مگر کوئی منکوحہ عورت کو مشتبہ (جیسے جورو کو ماں بہن کہدینا)* یا اختلافی لفظ (جیسے ایک وقت مین تین طلاق کہدینا)# کہکر گہر مین لیا لے تو اسکا حقہ پانی بند کر دیتے ہین حالانکہ زنا قطعی حرام ہے اور مشتبہ یا اختلافی لفظ سے عورت مطلقاً اور اتفاقاً حرام نہین ہوتی -

قسم دوم وہ لوگ ہین جو احکام اسلام کے پابند ہین مسائل و احکام اسلام کا ذاتی علم رکہتے ہون خواہ اس مین دوسرے اہل علم کا اتباع کرتے ہون وہ رشوت وغیرہ ناجائز وسائل سے لوگون کا مال کام مین لانا ایسا ہی حرام سمجہتے ہین جیسے مردار یا خنزیر کہانا - وہ جہوٹ بولنے کو ویسا ہی برا سمجہتے ہین جیسے زنا کرنے کو **الغرض** دیدہ ودانستہ احکام شریعت کا خلاف نہین کرتے - اور اگر احیاناً ان سے خلاف ہو جاے تو اوسپر مصر نہین رہتے

ہماری اس زمانہ مین اور اس سے پیشتر ایک مدت دراز سی ہماری قوم مین دنیاوی عزت و

* اس لفظ مین یہ اشتباہ ہے کہ اس لفظ سی کچہ معلوم نہین ہوتا کہ بولنے والے کی نیت اس سی طلاق ہے یا قسم یا ظہار - یا کچہ بہی نہین - لہذا اُسپر کوئی حکم طلاق یا قسم یا ظہار کا نہین لگایا جا سکتا جبتک کہ قائل کی نیت معلوم نہ ہو

یہی طلاق کہ تین ہو یا نہین اختلافی ہے جو رسالہ نمبر ( ) مین بصفحہ ( ) منقول ہے - بنا بر علیہ جس عورت کو ایک وقت مین تین طلاقین دیجاوین اسکا بلا نکاح جدید گہر مین بسانا بالاتفاق حرام نہین -

رحیم بخش ؟

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دولت غالباً اور بیشتر* ان ہی لوگون کو حاصل ہے جو **قسم اول** سے ہین وہ ہر ایک ذریعہ سے جائز ہو خواہ ناجائز (شراب فروشی۔ زناکاری۔ رشوت ستانی۔ ظلم و تعدی۔) دنیا کماتے ہین۔ اور اپنا اور اپنے متعلقین غرض کا پیٹ پالتے ہین۔ انکی ثروت و عزت اہل اسلام کی قومی عزت و شوکت کا موجب نہین ہو سکتی۔ ان سے قوم کے ان افراد کو جن سے انکی غرض متعلق نہ ہو کچھ فائدہ نہین پہنچتا اور ان کی ذاتی عزت و ثروت قوم کی عزت متصور نہین ہو سکتی۔ یہ تب ہوتی جبکہ ان مین مذہب کی پابندی ہوتی کیونکہ مذہب ہی ہیئت قومی کا ایک جزو اعظم ہے ایک مسلمان دنیاوی ترقی پاکر **عیسائی** ہو گیا تو اس نے قوم عیسائی کا ایک ممبر بڑھا دیا مسلمان قوم کا اسکی ترقی سے کچھ نہ بڑھا ایسا ہی اس فاسق کو سمجھو جس نے دنیاوی ترقی پاکر زناکاری۔ شراب خواری کو اپنا شبانروزی فرض و دستور العمل بنا لیا۔

اور **قسم دوم** کے مسلمان (جنکی ترقی سے مسلمانون کی قومی ترقی متصور ہے اور انکی تباہی سے تباہی) غالباً اور بیشتر تباہی و تنزل مین ہین۔ اور یوماً فیوماً بلکہ آناً فاناً تنزل و تباہ ہوتے جاتے ہین۔ نہ ان کے ہاتھ مین مال ہے کہ وہ اس سے تجارت کرین دہات و اراضی کے مالک ہو جائین۔ حرفت و صناعت مین کمال پیدا کرین۔ اور ان وسائل سے وہ صاحب ثروت و شوکت ہون۔ انکی مذہبی ترقی و ثروت کا عام ذریعہ اس وقت اور موجودہ حالت مین صرف ملازمت ہے جس سے انکی ثروت ممکن ہے اور اسکی ذریعہ سے سلطنت مین انکی شرکت متوقع ہے سو غالباً غیر مذہب قوم (**عیسائی**) کے ہاتھ مین ہے اور انکی نوکری کی نسبت انکا عام خیال یہ ہے کہ وہ بہر حال ناجائز ہے اور اسمین مذہب اسلام کی پابندی (جو انکا اصلی مقصد اور اعلے فرض ہے) فوت ہوتی ہے اسی خیال سے

* ان الفاظ مین یہ اشارہ ہے کہ موجودہ زمانہ مین اور اس سے پیشتر مسلمانون مین اہل عزت و ثروت ایسے لوگ بھی ہین اور ہو چکے ہین جو قسم ثانی سے ہین گو انکی تعداد بہت کم ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ اکثر سرکاری نوکری نہین کرتے اور نہ ان علوم و وسائل کیطرف متوجہ ہوتے ہین جو سرکاری نوکری مین کارآمد ہین -

یہی وجہ ہے کہ ہندوستان کے تمام صوبجات مین سرکاری ملازمون مین مسلمانون کی تعداد بہت کم ہے (چنانچہ ایک صوبہ بنگال کا حال اشاعۃ السنۃ نمبر ۴ جلد ۹ - مین مذکور ہو چکا ہے) - اور انکی اسی قلت و حالت ذلت کی نظر سے ہز ایکسیلنسی لارڈ ڈفرن کی فیاض گورنمنٹ نے اس مضمون کا رزولیوشن نافذ فرمایا ہے کہ اُن صوبون مین جہان مسلمانون کو سرکاری ملازمت کا واجبی حصہ نہین ملتا لوکل گورنمنٹین اور عدالت ہای ہائی کورٹ حسب موقع اس ناہمواری تعداد کو برابر کرنے کی کوشش کرینگی - اور اپنے ماتحت افسرون کو تاکید کرین گے کہ جب وہ عہدہ ہاے مذکورہ بالا کے لیئے امیدوار منتخب کرین تو اس امر کا ضرور خیال رکھین کہ گورنمنٹ کے ماتحت افسرون مین مسلمان کتنے مقرر ہین -

اور اس رزولیوشن کی تعمیل کیطرف لوکل گورنمنٹین (گورنمنٹ بنگال - گورنمنٹ پنجاب وغیرہ) بہی سرگرمی کے ساتھ متوجہ ہین اور سرکاری ملازمت مین مسلمانون کو واجبی حصہ دینے کے لیے مستعد -

اسپر بہی مسلمانون کا حال ابتک اس شعر کا محل صدق و مقال ہے ؎

تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل — کہ خضر از آب حیوان تشنہ مے آرد سکندر را

اس قسم دوم کے لوگون مین اول تو سرکاری ملازمت کی لیاقت کے اشخاص نہایت ہی کم ملتے ہین اور اگر کسی ناکافی استعداد کے مین توان مین بہت سے اس نوکری سے ڈرتے اور اسکو بہر صورت گناہ خیال کرتے ہین - ولہذا گورنمنٹ کی اس فیاضانہ و مربیانہ پالیسی سے وہ بہت ہی کم نفع اٹھاتے ہین -

جس سے نہ صرف انکی دنیاوی حالت کو تنزل ہوتا ہے بلکہ انکا دین و مذہب بہی متنزل ہوتا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جاتا ہے - کیونکہ دین و دنیا میں خداوند قیوم عالم نے روز ازل سے ایسا تعلق قائم کر رکھا ہے جسکی اقتضا سے دین کا قیام و استحکام اسباب و وسائل دنیوی کے بغیر ناممکن نظر آتا ہے - اس امر کو ہم پہلے بھی کئی مضامین کے ضمن میں مدلل کر چکے ہین - اور آئندہ بضمن مضمون "دنیا" اوسکو اور بھی مدلل کرینگے -

اس قسم دوم اہل اسلام کی اس حالت زار نے خاکسار کو وقتاً فوقتاً ایسے مضامین کی (جو دنیاوی ترقی کیطرف انکو توجہ دلائین) تحریر پر آمادہ کیا ہے - ان ہی مضامین سے یہ مضمون ملازمت ہے جسکا اجمالی بیان پہلے ۱۹۰۲ء مین بضمن نمبر ۱۱ و ۱۲ جلد ۵ ہوا ہے - اور تفصیلی بیان آج اس پرچہ مین ہوتا ہے - اور اس مین وہ وعدہ پورا کیا جاتا ہے جو پہلے نمبر ۱۲ جلد ۵ مین اور پھر نمبر ۴ جلد ۹ مین کیا گیا تھا

ارباب خبرت و فطانت پر مخفی نہ ہے کہ انگریزی سلطنت کی ملازمت (بعض* اسلامی سلطنتون کی مثل) تین قسم ہے

قسم اول وہ ملازمت جسکو ایسے امور کے انصرام و اہتمام سے تعلق ہو جس کا شرع سے جواز یا استحسان ثابت ہے -

جواز کی مثال خاص شخص یا ملکی ضرورتون کے لیے مکان وغیرہ عمارات بنوانا یا اراضی وغیرہ مباحات کا محاصل وصول کرنا - جائز خوردنی و نوشیدنی

* جیسے سلطنت روم ہے جس مین اکثر مقدمات دیوانی و فوجداری مین شریعت کا اتباع نہین کیا جاتا یورپین سلطنتون کی مثل ان قوانین پر عمل ہوتا ہے - نہ وہان جسکا ہاتھ کاٹا جاتا ہے نہ زنا کی حد شرعی جاری ہے - وعلی ہذا القیاس - اور طرفہ یہ کہ عین مکہ مکرمہ مین جو دین کا مرکز و مخرج ہے حدود شرعی جاری نہین ہین - اس سے ناظرین کو یقین ہوگا کہ جو مشکلات و شبہات بعض اقسام ملازمت سرکاری مین موجود ہین وہ اسلامی سلطنتون کے بعض اقسام ملازمت مین بھی موجود ہین اور اس مضمون مین ان دونو کے شبہات و مشکلات کا حل پیش نظر ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یا یوپ ضیدنی اشیار کا خرید فروخت کرنا وعلی ہذا القیاس استحسان کے مثال رفاہ عامہ خلائق کے لیے سرائین مسافرخانے اور سڑکین بنوانا نہرین تیار کرانا چورون ڈاکوؤن سے لوگون کی حفاظت کرنا وعلی ہذا القیاس۔

قسم دوم وہ ملازمت جسکو ایسے امور کے انصرام سے تعلق ہو جن سے شرع بالکل ساکت ہے نہ شرع سے ان امور کا جواز یا استحسان ثابت ہو نہ مخالفت کا حکم وارد ہو۔ نہ ان امور کی نسبت شرع نے کچھ احکام وقوانین مقرر کیے ہین۔ ان امور کی تمثیلات بہت سی ملکی وعلمی ایجادات ہین جیسے نقشہ بنانا پیمایش کرنا۔ وعلی ہذا القیاس

قسم سوم کی دو نوع ہین نوع اول وہ ملازمت جس مین ایسے احکام کو نافذ کرنا پایا جاتا ہے جن کو شرع نے صاف ممنوع قرار دیا ہے جیسے شراب بیچنا یا بکوانا اور اسپر محصول لگانا۔ اور سود دینا یا دلانا وعلی ہذا القیاس نوع دوم وہ ملازمت جسمین ایسے احکام کو نافذ کرنا ہوتا ہے جنکو شرع نے صریح ممنوع قرار نہین دیا مگر انکی جگہہ اور احکام اپنے طرف مقرر کیے ہین جیسے چوری و زنا کی سزا مین قید کا حکم۔ یا تین سال سے زائد المیعاد دعوی کو ناقابل سماعت قرار دیکر خارج کرنا وغیرہ جو ڈیشل احکام متعلق دیوانی و فوجداری جنکی جگہہ شرع مین اور احکام مقرر ہین جو احکام انگریزی سے متفاوت و مغائر ہین مثلاً چوری کی سزا مین ہاتھہ کاٹنا۔ اور زنا کی سزا مین رجم کرنا یا سو درّہ

جو لوگ اسلامی ملازمتون کو بے تشکک جائز سمجھکر اختیار کر لیتے ہین۔ صرف انگریزی ملازمت پر معترض اور اس سے محترز رہین وہ دو مرکہ مین پڑے ہوے ہین وہ لوگ ہمارے اس مضمون کو پڑھکر بہی اسی قسم کی انگریزی نوکری کو جائز نہ سمجھین تو اس قسم کی اسلامی نوکری سے ان شبہات و مشکلات کو جو ہم نے بیان کیے ہین اور دلائل سے اٹھاکر اسکا جواز ثابت کرین۔

[illegible]

© rasailojaraid.com

لگانا وعلی ہذا القیاس۔ ان اقسام سے قسم اول کا جواز و استحسان تو ہمارے مضمون "کفار کی نوکری" میں بضمن رسالہ نمبر ۱۱ و ۱۲ جلد ۵ میں ایسا مدلل و مفصل ہو چکا ہے کہ اس میں کسی کو مقال کی مجال نہیں ہے جسقدر شبہات اس کے جواز میں پائے جاتے ہیں انکے جوابات اور جو اس باب میں علماء سلف کے اختلافات ہیں وہ سب اس مضمون میں تفصیل موجود ہیں۔ تکرار اشاعۃ السنۃ کی عادت نہیں لہذا ہم اس تفصیل کا اعادہ نہیں کر سکتے۔ ہاں تشویق و ترغیب ناظرین کے لیے اس تفصیل کے اجمال اور بعض بادلیل تمثیلات کے ذکر سے رک نہیں سکتے۔

اس مضمون میں مستحسن نوکری کی تمثیل بادلیل حضرت یوسف علیہ السلام کا شاہ مصر کی (جو اسوقت کافر تھا) حفاظت غلہ پر ملازمت کرنا مذکور ہے (جو سورۂ یوسف میں موجود ہے) اور اسکی تائید میں عبارت تفسیر کبیر (جسمیں اس قصہ سے ملازمت کفار کا جواز نکالا ہے) اور عبارت تفسیر فتح البیان (جس میں اس قسم کی ملازمت کے وجوب پر تصریح ہے) منقول ہے۔ جائز نوکری کی ایک تمثیل بادلیل حضرت خباب صحابی کا عاصی بن وائل کے لیے تلوار بنانا اس میں مذکور ہے (جو صحیح بخاری سے نقل کیا ہے اور اسکی تائید میں حافظ ابن حجر عسقلانی اور قسطلانی کا کلام پیش کیا ہے) اس کے بعد بعض علما کی اس تاویل کا کہ "شاید یہ جواز ملازمت ضرورت کی حالت سے مخصوص ہو" جواب دیا ہے پھر اس شبہ کا کہ کفار کی نوکری میں ان کی تعظیم پائی جاتی ہے جو جائز نہیں ہے۔ جواب دیا ہے اور اٹھارہ دلائل کتاب و سنت سے اسکا خلاف ثابت کیا ہے اس کے بعد احسان کافر کے شکر کا وجوب اور اسکی خوبی کے اظہار کا جواز ثابت کر کے مہلب کے اس قول کا کہ "کافرون کا ایسا کام نہ کرے جس سے ان کو مسلمانون کا ضرر نکلے" اور ابن المنیر کے اس قول کا کہ کافرون کی خدمت پر جا کر اون

© rasailojaraid.com

ذلت اٹھاکر ان کا کام نہ کرے (جوا بدیا ہے اور اسکے بعد احسان کفار کا شکریہ دا کرم اور اقوام غیر کا اکرام کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت کیا ہے ۔

جائز نوکری کی دوسری مثال حضرت علی کا یہودیون کے درختون کو پانی دینا سنن ابن ماجہ سے ہمین نقل کیا ہے ۔ اور اسکی تائید مین حافظ ابن حجر عسقلانی اور قاضی شوکانی کے اقوال کو پیش کیا ہے جس سے ملازمت کفار کا انکے گہرون پر جاکر کیون نہ ہو) جواز ثابت ہوتا ہے ۔

قسم دوم کا جواز بہی اسی مضمون اور اس کے دلائل سے ثابت ہوتا ہے ۔ کیونکہ جن امور کے حکم سے شرع ساکت ہو وہ مباح الاصل ہین ۔ اور شرع نے بہی ان کو مباح قرار دیا ہے ۔ اس مسئلہ کی تفصیل اشاعۃ السنۃ جلد اول کے نمبر (۷) مین موجود ہے جسکا اجمال یہ ہے کہ باتفاق اہل حق (اشاعرہ وماتریدیہ) ورود حکم شرع سے پہلے کسی چیز کی نسبت کوئی حکم وجوب یا حرمت عقل سے ثابت نہیں ہو سکتا اور اصل ان اشیاء مین جن سے شرع ساکت ہے اباحت و عافیت ہے جیسے آیات منقولہ حاشیہ (جن کو امام شوکانی

قال اللہ تعالیٰ وهو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا وقال اللہ تعالیٰ وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا وقال اللہ تعالیٰ رسلا مبشرین ومنذرین لئلا یکون للناس حجۃ بعد الرسل ۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ ان اللہ فرض فرائض فلا تضیعوها وحرم حرمات فلا تنتهکوها وحد حدودا فلا تعتدوها وسکت عن اشیاء من غیر نسیان فلا تبحثوا عنها (رواہ الدارقطنی) عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان اهل الجاهلیہ یاکلون اشیاء ویترکون اشیاء تقذرا فبعث اللہ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم فانزل کتابہ واحل حلالہ وحرم حرامہ فما احل فهو حلال وما حرم فهو حرام وما سکت فهو عفو وتلا قل لا اجد فیما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمہ الایۃ (ابوداؤد)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جیسا قاضی بیضاوی وغیرہ مفسرین نے اباحت اصلیہ کو ثابت کیا ہے اور احادیث
کہ ... سلف منقول حاشیہ جن سے امام نووی و شیخ محی الدین ابن عربی
وغیرہ نے اباحت و مخالفت اصلیہ کا استنباط کیا ہے شاہد ہیں۔

تیسری قسم ... محل بحث ہو اور اس مقام میں اسی قسم کی بحث کرنا پیش نظر ہے اسی قسم کی نسبت
اور ... عام خیال اہل اسلام تو یہی ہے کہ وہ مطلقاً رہبر دو انواع ناجائز ہے۔ کیونکہ
اس میں احکام شرع کے برخلاف احکام جاری کرنا پایا جاتا ہے۔ جس کو آیات
منقولہ ذیل نے کفر و ظلم و فسق قرار دیا ہے۔

(۱) سورہ نساء میں ارشاد ہے تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعوےٰ تو یہ کرتے ہیں

الم تر الی الذین یزعمون انھم امنوا بما انزل الیک وما انزل من قبلک یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت وقد امروا ان یکفروا بہ ویرید الشیطان ان یضلھم ضلالاً بعیداً + + + + فلا وربک لا یؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیماً (نساء ع ۹)	کہ ہمنے اسکو مان لیا جو تیری طرف اور تجھ سے پہلے اترا۔ اور پھر اپنے مقدمات کو فیصلہ کے لیے سرکشوں کی طرف لیجانا چاہتے ہیں۔ اور ان کو حکم یہ ہے کہ وہ ان سے منکر ہوں۔ شیطان یہ چاہتا ہے کہ انکو دور بہکا دے + + + + خدا کی قسم وہ کبھی مومن نہ ہونگے یہانتک کہ تجھے اپنا حاکم بناویں ان مقدمات میں جنمیں آپسمیں جھگڑیں پھر

تیرے فیصلہ سے دل میں تنگی نہ لاویں اور ظاہراً بھی مان لیں۔
اور سورہ مائدہ میں ارشاد ہے جو خدا کے اتارے حکم پر فیصلہ نہ کرے

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الکافرون [illegible] اللہ	وہ خدا کا منکر ہے۔ دوسری آیۃ میں اس کے حق میں فرمایا ہے کہ وہ ظالم ہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فاولئک هم الظالمون ۔ ومن لم یحکم بما انزل الله فاولئک هم الفاسقون (مائدہ ع۷)

ظلم کرتا ہے تیسری آیۃ مین فرمایا ہے وہ خدا تعالے کی اطاعت سے خارج ہے ۔

مگر غور و تدبر و فکر و تامل سے معلوم ہوتا ہے کہ قسم ثالث مطلقاً (بہر دو نوع) ناجائز نہین بلکہ اس قسم سے نوع اول ناجائز ہے کیونکہ اس مین احکام شرعیہ کے صریح مخالف احکام کو نافذ کرنا پڑتا ہے ۔ جس کی مخالفت نہ آیات منقولہ بالا سے ثابت ہوتی ہے (جیسا کہ عام اور سرسری خیال ہے) بلکہ آیات و احادیث متضمنہ ان احکام سے جن کا خلاف اس نوع ملازمت مین کیا جاتا ہے (مثلاً آیات حرمت خمر و سود و احادیث مخالفت بیع خمر و کتابت معاملہ سود و امثال ذلک) اور بعض و دیگر ان اور بہت آیات و احادیث جن مین مخالفت حکم خدا و رسول پر وعید وارد ہے اس نوع ملازمت کی ممانعت پر دلائل قاطعہ ہین ۔ جیسے آیۃ من یشاقق الرسول (الآیۃ) و من یعص الله و رسولہ ۔ و امثال ذلک جن مین مخالفت و معصیت خدا و رسول پر وعید وارد ہے ۔

آیات منقولہ بالا کو اس نوع ملازمت کی مخالفت کا ثابت ہونا اسلیے تسلیم نہین کیا گیا کہ ان آیات مین جو وعید وارد ہے وہ بشہادت اصول اتفاقیہ اسلامیہ صرف مخالفت احکام شریعت کی وعید نہین ہو سکتی ۔ بلکہ اس مخالفت کے ساتھ احکام شرعیہ سے انکار اور ان کے نامناسب ہونے کا اعتقاد یا اقرار اور ان احکام کو مخالف احکام کو استحسان و استصواب بھی استحقاق اس وعید کے لیے شرط ہے ۔

پہلی آیۃ کی وعید کا منکر کے حق مین ہونا تو نص قرآن سے ثابت ہے اس آیۃ کی متصل آیۃ مین فرمایا ہے جب ان کو کہا جاتا ہے خدا کے اتارے ہوئے

واذا قیل لهم تعالوا الی ما انزل الله و الی الرسول رأیت المنافقین یصدون

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عنک صدودا (رسلاء عہ۹)

حکم اور رسول کیطرف آؤ تو منافقون کو تو ہونہہ پہیرتے ہوے دیکہے گا۔

تفسیر معالم و مظہری وغیرہ مین ہر کہ یہودیون مین کئی مسلمان ہوگئے۔ اور کئی منافق رہے قریظہ اور بنی نضیر (یہودیون) مین زمانہ جاہلیت مین مقرر تہا کہ جب کوئی بنی قریظہ کا بنی نضیر مین سے کسی کو مارے تو وہ قتل کیا جائے یا ایک سو وسق کہجورین وارثان مقتول خون بہا لین۔ اور اگر کوئی بنی نضیر کا بنی قریظہ مین سے کسیکو مارے تو وہ مارا نجائے صرف ساٹہہ وسق کہجورین خون بہا دلایا جائے۔ یہ اسلیے مقرر ہوا تہا کہ بنی نضیر (یہودی) جو اوس (انصاریون) کے دوست تہے بنی قریظہ (یہودیون) سے جو خزرج (انصاریون) کے دوست تہے بہتر اور عدد مین بڑہکر تہے انکی کثرت اور شرافت کا خیال اس ناانصافی کا موجب تہا۔ پہر جب مدینہ مین اسلام آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

كان الناس من اليهود اسلموا ونافق بعضهم وكانت قريظة والنضير في الجاهلية اذا قتل رجل من بني قريظة رجلا من بني نضير قتل به او اخذ دية مائة وسق تمر واذا قتل رجل من النضير رجلا من قريظة لم يقتل به واعطى دية ستين وسقا وكانت النضير وهم حلفاء الاوس اشرف واكثر من قريظة وهم حلفاء الخزرج فلما جاء الله بالاسلام وهاجر النبي صلى الله عليه وسلم الى المدينة قتل رجل من النضير رجلا من قريظة فاختصموا في ذلك فقالت بنو النضير كنا وانتم قد اصطلحنا على ان نقتل منكم ولا تقتلون منا وديتكم ستون وسقا وديتنا مائة وسق* ونحن نعطيكم ذلك فقالت الخزرج هذا شيء كنتم فعلتموه في الجاهلية لكثرتكم وقلتنا فقهرتمونا ونحن وانتم اليوم اخوة وديننا ودينكم واحد فلا فضل لكم علينا فقال المنافقون منهم انطلقوا الى ابي برزة الكاهن الاسلمي وقال المسلمون من الفريقين لا بل الى النبي صلى الله عليه وسلم

* وسق ساٹہہ صاع کا پیمانہ ہے۔ صاع پانچ رطل اور ثلث رطل کا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

[illegible]

فاتوا بنی قریظة [illegible] انطلقوا الی ابی برزة الکاهن
فقال اعظموا اللقمة یعنی الخطر فقالوا
لک عشرة اوسق قال لا بل مائة وسق دیتی
فانی اخاف ان اعطیکم فوق عشرة اوسق والی ان
نحکم بینهم فانزل الله آیة القصاص ونزلت
الم تر الی الذین یزعمون انهم آمنوا بما
انزل الیک وما انزل من قبلک یریدون
ان یتحاکموا الی الطاغوت یعنی الی برزة
الکاهن او کعب بن الاشرف (معالم [illegible])

[illegible] بنی نضیر
[illegible] اور [illegible] نہیں
[illegible] بنی نضیر نے
کہا [illegible] اتفاق [illegible]
[illegible] کوئی تمہاری
مقتول کے بدلے مارا نہ جائے گا
[illegible] خون بہا دینا ہوگا۔ خزرج
نے جو بنی قریظہ کے دوست تھے
کہا کہ یہ جاہلیت کی ایک رسم تھی جبکہ
[illegible] گروہ کی قلت تھی۔ اب ہم تم ایک ہیں اور تمہارا ہمارا دین ایک [illegible]
[illegible] نہیں ہے سوقت منافقوں نے چاہا کہ اس [illegible]
[illegible] کہا [illegible]
[illegible] اس سے انکار کیا تب یہ آیت اتری۔
[illegible] ایک مورد نزول ہے [illegible]

[illegible] فقال الذین [illegible]
[illegible] الی [illegible] فقال النبی [illegible]
[illegible] ارسل الماء
الی جارک فقال الانصاری یا رسول الله (صلی الله علیه وسلم) ان
کان ابن عمتک فتلون وجهه ثم قال
[illegible] ثم احبس الماء حتی یرجع الی
[illegible] فلما [illegible]

[illegible]

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

النبي صلى الله عليه وسلم للزبير حقه في صريح الحكم حين احفظه الانصاري كان اشار عليهما بامر لهما فيه سعة قال الزبير فما احسب هذه الآيات الا نزلت في ذلك فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم الخ (بخاری ص ۶۶)

رضی اللہ تعالی عنہ تنزل فرماکر بطور مصالحت اس آسان اور سہل تجویز پر فیصلہ کیا کہ زبیر بقدر ضرورت پانی لیکر انصاری کے کہیت کو پانی چہوڑدے اوس پر انصاری ناخوش ہوا اور بولا کہ اس مین آنحضرت نے اپنی پہوپہی زاد بہائی کی رعایت کی ہے جسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا اور اصلی حکم سنایا اور یہہ فرمایا کہ زبیر اپنا کہیت مونڈیرون تک بہرلے تب انصاری کے کہیت کیطرف پانی چہوڑے اور اس آیت کا نزول ہوا۔

ایسا ہی عامہ تفاسیر معالم و مظہری وغیرہ مین ہے۔

ایسا ہی اخیری تین آیتون کے مورد نزول سے ثابت ہو کہ ان مین احکام الٰہی کے منکرون اور اپنی تجویزات کو احکام الٰہی قرار دینے والون کے حق مین وعید ہو نہ صرف مخالف حکمین۔

تفسیر کبیر۔ معالم التنزیل۔ فتح البیان۔ وغیرہ مین ہے کہ خدا کا یہ ارشاد

قال عكرمة قوله ومن لم يحكم بما انزل الله الخ انما يتناول من انكر بقلبه وجحد بلسانه اما من عرف بقلبه كونه حكم الله واقر بلسانه كونه حكم الله الا انه اتى بضده فهو حاكم بما انزل الله ولكنه تارك له. فلا يلزم دخوله تحت هذه الآية (تفسیر کبیر صفحہ ۶۰۴ جلد ۳)

کہ جو لوگ خدا کے اتارے ہوئے حکم کے موافق فیصلہ نہ کرین وہ کافر ہین یہہ اسی کے حق مین ہے جو خدا کے حکم کا دل اور زبان سے منکر ہو۔ اور جو شخص خدا کے حکم کو دل سے مانے اور زبان سے اسکا مقر ہو صرف عمل مین اسکا خلاف کرے وہ اس وعید

© rasailojaraid.com

مین داخل نہین"۔

احادیث صحیحہ مین ان آیات کا مورد نزول یہ بیان ہوا ہے کہ یہودی رجم وغیرہ حدود شرعیہ کی جگہہ اپنی تجویزی سزا اون کو جاری کرتے اور انکو حکم آلہی قرار دیتے صحیح بخاری مین حضرت ابن عمر سے یہ حدیث منقول ہے کہ یہود انحضرت صلے

عن عبد الله بن عمر انه قال ان الیہود جاؤا الی رسول الله صلے الله علیه وسلم فذکروا له ان رجلا منهم وامراة زنیا فقال لهم رسول الله صلے الله علیه وسلم ما تجدون فی التورٰة فی شان الرجم فقالوا نفضحهم ویجلدون فقال عبد الله بن سلام کذبتم ان فیها الرجم فاتوا بالتوراة فنشروها فوضع احدهم یده علی اٰیة الرجم فقرأ ما قبلها وما بعدها فقال عبد الله بن سلام ارفع یدک فرفع یده فاذا فیها اٰیة الرجم قالوا صدق یا محمد فیها اٰیة الرجم فامر بهما رسول الله صلی الله علیه وسلم فرجما فرأیت الرجل یحنا علی المراة یقیها الحجارة (بخاری صفحہ ۱۰۱۱)

الله علیہ وسلم کے پاس گئے اور ظاہر ہوئے کہ ان مین سے ایک مرد و عورت نے زنا کیا ہے۔ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم توراۃ مین خدا کا حکم کیا پاتے ہو انہون نے کہا کہ رسوا کرنا (یعنے موںہہ کالا کرنا) یا مارنا پیٹنا۔ عبد اللہ بن سلام نے کہا کہ تم جہوٹ کہتے ہو توراۃ مین زانیون کو سنگسار کرنے کا حکم موجود ہے۔ توراۃ کہول گئی تو ان مین سے ایک شخص نے آیت رجم پر ہاتہہ رکہدیا۔ اور اوس کے آگے پیچہے سے پڑہنا شروع کیا حضرت عبد اللہ بن سلام نے کہا کہ ہاتہہ تو اوٹہا۔ ہاتہہ اوٹہا تو وہ حکم نکل آیا۔ پہر وہ بولے ہان یہ شخص سچ کہتا ہے۔ اس مین رجم کا حکم ہے۔

ابو داؤد مین براء بن عازب سے یہ حدیث منقول ہے کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

© rasailojaraid.com

عن البراء بن عازب قال مر على رسول الله
صلی الله علیه وسلم بیهودی محمم فدعاهم
فقال هكذا تجدون حد الزاني قالوا
نعم فدعا رجلا من علمائهم قال له
نشدتك بالله الذي انزل التوراة على
موسى هكذا تجدون حد الزاني في
كتابكم فقال اللهم لا ولولا انك
نشدتني بهذا لم اخبرك نجد حد
الزاني في كتابنا الرجم ولكنه كثر في اشرافنا
فكنا اذا اخذنا الرجل الشريف تركناه
واذا اخذنا الضعيف اقمنا عليه الحد
فقلنا تعالوا فلنجتمع على شيء نقيمه
على الشريف والوضيع فاجتمعنا على
التحميم والجلد وتركنا الرجم فقال
رسول الله صلى الله عليه وسلم اللهم اني
اول من احيا امرك اذا اماتوه فامر به
فرجم فانزل الله تعالى يا ايها الرسول لا
يحزنك الذين يسارعون في الكفر
الى قوله ان اوتيتم هذا فخذوه وان
لم تؤتوه فاحذروا الى قوله ومن لم يحكم
بما انزل الله فاولئك هم الكافرون

کے پاس ایک یہودی کو لائے جس کا
مونہہ کالا کیا ہوا تھا کہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تورات مین
زنا کی یہی سزا ہے وہ بولے ہان آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی عالم کو بلایا
اور اس سے قسم دیکر یہ سوال کیا۔ تو
اس نے کہا کہ یہ سزا نہین۔ اور کہا
کہ آپ مجھے قسم نہ دیتے تو مین یہ بات
نہ کہتا۔ ہماری کتاب مین زنا کی سزا
مین حکم تو رجم کا ہے مگر ہمارے
شریف لوگون مین زنا کی کثرت ہوگئی
پھر جب ہم کسی شریف کو زنا مین پکڑتے
اسپر حد رجم جاری نہ کرتے۔ اور جب
وضیع (کم رتبہ) کو پکڑتے تو اسپر حد
جاری کرتے۔ پھر ہمارے علما نے
کہا کہ آؤ ایسی سزا مقرر کرین جسکو
شریف اور وضیع سب پر جاری کر سکین
تب یہ سزا مقرر ہوئی کہ مونہہ کالا کر دیا
کرین اور مار پیٹ کرین اور سزا رجم
بالکل ترک ہوئی آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے کہا کہ الٰہی مین سب سے پہلے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فی الیهود الی قوله ومن لم یحکم بما انزل الله فاولئک هم الظالمون فی الیهود الی قوله ومن لم یحکم بما انزل الله فاولئک هم الفسقون قال وهی الکفار کلها یعنی هذه الآیة۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۵۴ جلد ۲)

تیرے حکم کو زندہ کرتا ہون جب اسکو یہودیو نے فوت کیا۔ اور اس رجم کو جم کرنے کا حکم دیا۔ جسپر یہ آیات اترین۔ کہ جو لوگ کفر مین دوڑتے ہین ان سے تجھے غم و خوف نکرنا چاہیے ۔۔ اور جو لوگ خدا کی اتاری حکمپر فیصلہ نکرین وہ ظالم ہین"

یہ سب آیتین انہی یہودیون کے حق مین ہین۔

ایسا ہی حضرت ابن عباس سے ابوداؤد مین مروی ہے کہ یہ آیات خاص

عن ابن عباس قال ومن لم یحکم بما انزل الله فاولئک هم الکفرون الی قوله الفسقون هؤلاء الآیات الثلث نزلت فی الیهود خاصة فی قریظة والنضیر (ابوداؤد صفحہ ۱۴۷ ج ۲)

کر بنی قریظہ و بنی نضیر یہودیون کے حق مین نازل ہوئی ہین۔

ان اقوال صحابہ وغیرہ مفسرین سے یہ مقصود نہین ہے کہ یہ آیات انہیں موردنزول سے مخصوص ہین بلکہ ان سے مقصود ان معنی کا بیان ہے جن ہین ان آیات کا عموم معتبر ہو سکتا ہے۔

وہ حضرات فرماتے ہین کہ خدا کے اتارے ہوئے حکمپر فیصلہ نہ کرنے کے معنے یہہ ہین کہ ان احکام کے مخالف احکام کو احکام الٰہی قرار دین۔ اور ان کو اصل احکام الٰہی کی نسبت دل سے اور زبان سے بہتر کہین (جو وقت نزول قرآن خاصکر یہودیون کا فعل تہا) ان معنے کے ساتھ یہ آیات بیشک اپنے عموم پر ہین اور ہر شخص کو (جنمین یہ معنے پائے جاتے ہون) یہودی ہو خواہ مسلمان زمانہ سابق کا ہو یا زمانہ حال کا یہ آیات شامل ہین۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ عموم لفظ کا انہی معنے مین لیا جا سکتا ہے جو اس سے مراد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوسکین نہ اون معنی مین جو اوس کے مفہوم سے خارج اور جداگانہ ہون۔

اسبات کو جو سمجھیگا وہ ان صحابہ وغیرہ مفسرین کے اقوال اور ہمارے دعوی پر (جس کی تائید مین یہ اقوال منقول ہین) یہ اعتراض نہ کرے گا کہ "تمہارے مولفہ کتب اور کتب اصول مین یہ قاعدہ مسلم ہوچکا ہے کہ ہمیشہ لفظ عام کا عموم معتبر ہوتا ہے اور نزول کا خصوص اس عموم کو توڑ نہین سکتا ہے"۔

اس بحث سے جو آیات قرآنیہ اور حدیث نبویہ اور اقوال صحابہ وغیرہ مفسرین سے مستند ہے صاف ثابت ہے کہ آیات منقولہ بالا صرف تارک و مخالف حکم الٰہی کے حق مین نہین ہین۔ بلکہ اس مخالف کے حق مین ہین جو مخالف ہونے کی ساتھہ منکر بھی ہو۔ لہذا ان آیات سے نوع اول قسم سوم ملازمت کی ممانعت ثابت نہین ہوسکتی۔ اس نوع ملازمت کی ممانعت پر وہی آیات احادیث دلائل ہین جو ہمنے بیان کی ہین۔

نوع دوم اس قسم سوم ملازمت سے ناجائز نہین ہے کیونکہ اس مین احکام شرعیہ کے مخالف احکام کو نافذ کرنا نہین پایا جاتا۔ جن احکام مقررہ ومجوزہ گورنمنٹ انگلشیہ کو اس نوع ملازمت مین نافذ کرنا پڑتا ہے وہ احکام شرعیہ کی ضد اور نقیض نہین ہین بلکہ وہ بجاے احکام شرعیہ ایک جداگانہ اور مستقل احکام ہین جو احکام شرعیہ سے فی الجملہ مناسبت بھی رکھتے ہین اور وہ احکام شرعیہ کی ساتھہ جمع ہوسکتے ہین (اگر کوئی ان دونون کو ایک محل مین جمع کرنا چاہے) اور دونون کا ارتفاع بھی ایک محل سے ممکن ہے (اگر کوئی دونو پر عمل نہ کرے) وہ احکام احکام شرعیہ کی ضد ونقیض ہوتے تو دونون ایک محل مین جمع نہوسکتے اور نہ دونو کسی محل سے مرتفع ہوتے (چنانچہ دو ضدون اور نقیضون کا حکم اور حال ہوتا ہے۔

اس امر کی توضیح ایک تمثیل سے کی جاتی ہے۔ چوری کی سزا شرع مین ہاتہہ کاٹنا ہے اور گورنمنٹ انگلشیہ کے قانون مین اسکی سزا قید ہے یا بید مارنا۔ یہ حکم انگریزی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس حکم شرعی کی ضد نہیں ہے۔ ضد ہوتا تو اس کے ساتھ جمع نہ ہو سکتا حالانکہ ہاتھ کاٹنے کے ساتھ قید کرنا بھی ممکن ہے۔ بلکہ بجائے اس حکم شرعی کے یہ ایک جداگانہ حکم ہے جو عقوبت و ایذا رسانی میں اس حکم شرعی سے فی الجملہ مناسبت رکھتا ہے لہذا جو شخص چور کو چوری کے عوض میں سزا قید دیتا ہے وہ اس حکم شرعی کے خلاف اور ضد پر عمل نہیں کرتا صرف ایک جداگانہ تجویز کو عمل میں لاتا ہے جسکو سزا شرعی سے فی الجملہ مناسبت ہے نہ مخالفت۔

ایسے احکام کو اگر کوئی صرف دنیاوی احکام سمجھے احکام الٰہی و احکام شرعی قرار نہ دے (جیسا کہ یہود نے زانی کا منہ کالا کرنے کو حکم الٰہی قرار دیا تھا) اور نہ ان احکام کو احکام شرعیہ سے بہتر اور ان کے مقابلہ میں احکام شرعیہ کو خلاف مصلحت و مخالف انصاف سمجھے (جیسا کہ اس منافق یا انصاری نے سمجھا تھا)۔ تو ان احکام کے عمل اجرا کی اس شخص کے لیے شریعت سے اجازت ہے۔

یہ اجازت بہت سے دلائل کتاب و سنت میں پائی جاتی ہے۔ اس مقام میں ہم تین دلائل کے ذکر پر اکتفا کرتے ہیں۔

پہلی دلیل

حضرت یوسف علیہ السلام جو عزیز مصر کے قائم مقام ہو کر فرمانروائے سریر سلطنت مصریہ ہوئے تو ان کا عملدر آمد اس قانون پر رہا تھا جو سلطنت مصریہ میں مروج و معمول رہا تھا۔ اس میں بعض احکام ایسے بھی تھے جو شریعت یعقوبی سے متغایر و متفاوت تھے (جیسے چوری کی سزا میں مار پیٹ کرنا۔ اور مال مسروقہ سے دو چند تاوان لگانا) حضرت یوسف علیہ السلام ایسے احکام سلطنت کا خلاف بھی نہ کرتے تھے اور بجائے ان احکام کے احکام شریعت یعقوبی عمل میں نہ لا سکتے تھے۔

اس پر دلیل ظاہر آیات قرآن ہے جس میں یہ بیان ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فلما جهزهم بجهازهم جعل السقاية في
رحل اخيه ثم اذن مؤذن ايتها العير
انكم لسارقون قالوا واقبلوا عليهم ماذا
تفقدون قالوا نفقد صواع الملك ولمن
جاء به حمل بعير وانا به زعيم قالوا
تالله لقد علمتم ما جئنا لنفسد في
الارض وما كنا سارقين قالوا فما جزاؤه
ان كنتم كاذبين قالوا جزاؤه من وجد
في رحله فهو جزاؤه كذلك نجزي
الظالمين فبدأ باوعيتهم قبل وعاء
اخيه ثم استخرجها من وعاء اخيه
كذلك كدنا ليوسف ما كان ليأخذ
اخاه في دين الملك الا ان يشاء الله نرفع
درجات من نشاء وفوق كل ذي علم عليم
(یوسف ع ۹)

نے اپنے بھائی کو اپنے پاس رکھ لینا چاہا تو ان کے سامان مین بادشاہ کا پیمانہ رکھوا دیا جب اس تدبیر سے اسپر چوری کا الزام قائم ہوگیا تو اوس کی سزا مین شریعت یعقوبی کا حکم قید اپنے بہائیون سے دلوایا - اس تدبیر کی نسبت خدا تعالے نے فرمایا ہے کہ یہہ تدبیر یوسف علیہ السلام کو ہمنے بتائی تہی - اسکو یہ قدرت نہ تہی کہ شاہ مصر کے آئین کے موافق اپنے بہائی کو قید مین رکہتا جس سے صاف مفہوم ہوتا ہے کہ انہون نے اس سے پیشتر نیابت سلطنت مصریہ مین اس حکم شریعت یعقوبی پر کبہی عمل نہ کیا تہا - اور نہ اس عہد نیابت مین انکو خود اس حکم پر عمل کرنا ممکن تہا - اس حکم شریعت یعقوبی پر یا انہون نے کبہی پہلے عہد نیابت مین عمل کیا ہوتا یا اسوقت ان کو اسپر خود بخود بلا تدبیر مذکور عمل کرنا ممکن ہوتا تو خدا تعالے انکو ایسی تدبیر نہ بتاتا جس مین بظاہر ایک شخص پر غیر واقعی الزام قائم کرنا اور اسکو خلاف واقعہ چور بنانا پڑا ۔ و مع ہذا انہون نے اس ملازمت کو پسند و اختیار کیا تہا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان کو اقوام غیر کی ایسی ملازمت جس مین بعض احکام شریعت پر عمل نہو سکے اور بجائی ان احکام کے دوسرے احکام سلطنت پر جو احکام شریعت سے متضاد و متناقض نہ ہون عمل کرنا پڑے

© rasailojaraid.com

ناجائز نہین ہے -

تفسیر معالم التنزیل مین ہے حضرت یعقوب کی شریعت مین چوری کی یہ سزا تہی

ای فالسارق جزاؤہ ان یسلم السارق
بسرقتہ الی المسروق منہ فیسترقہ
سنۃ وکان ذلک سنۃ آل یعقوب فی
حکم السارق وکان حکم ملک مصر ان
یضرب السارق ویغرم ضعفی قیمۃ
المسروق فاراد یوسف ان یحبس اخاہ
عندہ فرد الحکم الیہم لیمکنہ من حبسہ
عندہ علی حکمہم + + + +
یعنی ان یوسف لم یکن یتمکن من
حبس اخیہ فی حکم الملک لولا
ما کدنا لہ بلطفنا حتی وجد السبیل
الی ذلک وہو ما اجری علی السنۃ الاخوۃ
ان جزاء السارق الاسترقاق فحصل
مراد یوسف بمشیۃ اللہ تعالی (معالم)

کہ اوسکو بعوض مال مسروق صاحب مال کے حوالہ کرین اور وہ اسکو ایک سال اپنی غلامی مین رکہے - اور بادشاہ مصر کا یہ قانون تہا کہ چور کو چوری کی سزا مین زدوکوب کرین اور قیمت مال مسروق سے دوچند تاوان لین حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بہائی کو اپنے پاس رکہہ لینا چاہا تو بہائی کے جرم چوری کی سزا کو بہائیون کی سپرد کیا تاکہ وہ بہائی کو اپنے پاس قید رکہنے پر قادر ہو سکے + × × + انکو یہ طاقت نہ تہی کہ بادشاہ مصر کی آئین کی رو سے بہائی کو اپنے پاس رکہتے -

تفسیر کبیر مین ہے کہ اس آیت کے معنے یہ ہیں کہ بادشاہ کا حکم سزاء چوری

والمعنی انہ کان حکم الملک فی السارق ان
یضرب ویغرم ضعفی ما سرق فما کان یوسف
قادرا علی حبس اخیہ عند نفسہ
بناء علی دین الملک وحکمہ الا ان اللہ تعالی

کی نسبت یہ تہا - کہ چور کو مارین - اور قیمت مال مسروق سے دوچند تاوان لین لہذا یوسف علیہ السلام کو قدرت نہ تہی کہ قوانین مصری کی رو سے اپنے بہائی کو

© rasailojaraid.com

کاد الله ما جرے علی لسان اخوتہ ان جزاء السارق هو الاسترقاق ۔
(تفسیر کبیر صفحہ ۲۲۳ ج ۵)

پس کہہ لیتے ولیکن خدا تعالی نے انکو یہہ تدبیر بتائی کہ ان کے بھائیون کی زبان سے یعقوب کی شریعت کے موافق یہ بات نکلی کہ چوری کی سزا غلام بنا لینا ہے جس کے وسیلہ سے وہ اپنے بھائی کو قید کر لینے پر قادر ہوئے ۔ ایسا ہی تفسیر فتح البیان وغیرہ مین ہے ۔

اس استدلال پر اگر کوئی بے سوچے سمجھے یہ اعتراض کرے کہ یہ شریعت یعقوبی پر حضرت یوسف کا خود عمل کرنا یا کر سکنا اور بجائے حکم شریعت یعقوبی امیر مصری پر انکا عمل درآمد نہ ہونا ہم مسلمانون کے لیے لائق سند نہین ہے یہ امر جائز ہوتا تو انہی کی شریعت مین جائز ہوگا شریعت اسلام مین تو اس کے مخالف اور ناسخ یہہ حکم آچکا ہے کہ جو خدا تعالی کے اتارے ہوئے حکم کے خلاف فیصلہ کرین وہ ظالم ہین کافر ہین فاسق ہین ۔

تو اس شخص کے فہم پر کمال افسوس و تعجب کے بعد ہم اس کے جواب مین یہ کہینگے کہ اس حکم شریعت اسلام کو عمل حضرت یوسف علیہ السلام کے مخالف اور شریعت یوسفی کا ناسخ سمجھنا کمال درجہ کی نافہمی ہے حضرت یوسف علیہ السلام کے عمل اور اس حکم شریعت اسلام مین کسی قسم کی مخالفت نہین ہے پھر یہہ تجویز نسخ کو کیا معنی ۔

اس حکم شریعت اسلام سے (جیسا کہ ہم سابقا ثابت کر چکے ہین) تو احکام شریعت سے مخالف احکام پر عمل کرنے اور ان احکام مخالف شریعت کو احکام شرعیہ قرار دینے اور ان احکام مخالفہ کو احکام شریعت سے بہتر جاننے کی ممانعت مراد ہے ۔ اور یہہ امر حضرت یوسف علیہ السلام کے عمل مین کہان پایا جاتا ہے کہ اس حکم شریعت اسلام کو عمل یوسف علیہ السلام کا مخالف و ناسخ قرار دین ۔

اس قسم کے احکام غیر شریعت کو جیسے کہ شاہ مصر کا چوری کی سزا میں

© rasailojaraid.com

زدوکوب کرنا اور دو چند تاوان لینا ہے) احکام شرعیہ سے (اسلامی ہون خواہ یعقوبی) کسی قسم کا تخالف نہین ہے بلکہ یہ جداگانہ احکام سلطنت ہین جنکو احکام شریعت سے فی الجملہ مناسبت ہے (جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہین) پھر ان احکام کو احکام شرعیہ کے مخالف سمجھنا اور ان احکام پر عمل کرنے کو شریعت اسلام کے مخالف قرار دینا نافہمی پر نافہمی نہین تو کیا ہے

بالجملہ حضرت یوسف علیہ السلام کا عمل شریعت یعقوبی یا شریعت اسلام کے مخالف نہین ہے اور انکا فعل جسکو خدا تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کی تعریف کے ساتھ نقل کیا ہے ہمارے لیے کافی دست آویز ہے اور ہماری پہلی دلیل ہماری دعوے کے لیے کامل حجت ہے

دوسری دلیل

اہل اسلام مین یہ امر بمنزلہ اصول ثابت و مسلم و معمول بہ ہے کہ اپنے واجبی حق کو چھوڑ کر اس سے کمتر پر مصالحت جائز ہے اور اس اصول و معمول کا ثبوت قرآن و حدیث و عمل اہل اسلام مین موجود ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مسلمانون مین صلح جائز ہے۔ بجز ایسی صلح کے جو حلال کو حرام کرے اور حرام کو حلال اپنے احکام شرعیہ کے مخالف ہو)

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم الصلح جائز بین المسلمین الا صلحاً حرم حلالاً و احل حراماً
(ابوداؤد صفحہ ۱۵۱ جلد ۲)

قرآن مین ارشاد ہے کہ اگر کسی عورت کو اپنے خاوند سے ناخوشی یا بے رغبتی کا اندیشہ ہو تو ان کو گناہ نہین ہے کہ وہ آپس مین (واجبی حق سے کم خرچ یا نوبت پر) مصالحت کر لین۔

وان امرأۃ خافت من بعلہا نشوزاً او اعراضاً فلا جناح علیہما ان یصلحا بینہما صلحاً
(نساء ع ۱۹)

صحیح بخاری وغیرہ کتب حدیث مین حضرت عائشہ سے اس آیۃ کی تفسیر یون مروی ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عن عائشۃ وان امرأۃ خافت من بعلہا نشوزا او اعراضا قالت ھی المرأۃ تکون عند الرجل لا یستکثر منہا فیرید طلاقہا ویتزوج غیرہا تقول لہ امسکنی ولا تطلقنی ثم تزوج غیری فانت فی حل من النفقۃ علی والقسمۃ لی فذلک قولہ تعالیٰ فلا جناح علیہما ان یصالحا بینہما صلحا والصلح خیر (بخاری صفحہ ۷۶۴)

کہ اس آیت میں وہ عورت مراد ہے جس کے گھر (یا نکاح) میں ہو اور وہ اس سے بہت صحبت نہیں چاہتا - اس لیے وہ اسکو طلاق دینا اور اسکی جگہہ دوسری عورت کرنا چاہتا ہے وہ اسکو یہ کہدے کہ میں تجھے اپنا حق صحبت و خرچ معاف کرتی ہوں تو مجھے طلاق نہ دے میرے ہوتے ہی جس عورت سے چاہے نکاح کرلے -

اسی اصول پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک بی بی (سودہ بنت زمعہ) سے نوبت کے معاف کرنے اور وہ نوبت دوسری بی بی (عائشہ) کو بخش دینے پر مصالحت کرلی - اور اسکو طلاق نہ دی جس کا ذکر سنن ابوداؤد میں بصفحہ (۲۹۱ جلد ۱) موجود ہے - اور صرف نوبت کی بخشش کا ذکر صحیح بخاری و مسلم میں بھی ہے -

عن عائشہ ولقد قالت سودۃ بنت زمعۃ حین سنت وفرقت ان یفارقہا رسول اللہ صلعم یا رسول اللہ یومی لعائشۃ فقبل ذلک رسول اللہ صلعم (ابوداؤد ۲۹۱) ان سودۃ بنت زمعۃ وھبت یومہا لعائشۃ و کان النبی صلعم یقسم لعائشۃ بیومہا و یوم سودۃ (بخاری ۷۸۵)

اسی اصول پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب بن مالک کو اپنا نصف قرض جو ابن ابی حدرد پر تھا چھوڑ دینے کا حکم فرمایا باوجودیکہ اسکا واجبی حق پورا قرض تھا - جس کا ذکر صحیح بخاری - مسلم - ابوداؤد - نسائی - ابن ماجہ

عن کعب انہ تقاضی ابن ابی حدرد دینا کان لہ علیہ فی المسجد فارتفعت اصواتہما حتی سمعہا رسول اللہ صلعم وھو فی بیتہ فخرج الیہما حتی کشف سجف حجرتہ فنادی یا کعب قال لبیک یا رسول اللہ قال ضع من دینک ھذا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(ومالا نبیہ الیٰ المنظر النجار جلد ۱ صفحہ ۷۵)   وغیرہ کتب حدیث مین موجود ہے۔

اسی اصول پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر کو بقدر ضرورت پانی لیکر انصاری کے کہیت کو پانی چھوڑ دینے کا حکم دیا تہا باوجودیکہ اسکا اصل حق یہ تہا کہ مونڈیرون تک کہیت بہر لیتے جسکا ذکر سابقاً لعبقہ (۷۱) ہو چکا ہے۔

اسی اصول پر اسوقت اکثر مسلمان باہمی جہگڑون مین مصالحت کرتے ہین اور اپنے اصل حقوق سے کمتر پر راضی ہو جاتے ہین۔ الغرض یہ اصول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے اسوقت تک معمول بہ ومروج ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ وہ تجویز یا حکم جسپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مصالحت فرمائی یا عام مسلمانون مین مصالحت ہوتی ہے اس حکم شرعی سے جو اصل اور واجبی حق کے مطابق ہو متفاوت و متغایر ہوتا ہے۔ ومعہذا اسپر فیصلہ کرنا یا اسکی اجازت دینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہی تو اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ تجویز یا حکم حکم شرعی سے مخالف و متناقض نہین ہی۔ ایک جداگانہ حکم ہے جسکو اصل حکم شرعی سے فی الجملہ مناسبت ہے۔

اس سے ہماری دعوی کی پوری تائید نکلتی ہے کہ احکام شرعیہ سے متغایر احکام وتجویزات سلطنت پر (اگر وہ احکام شرعیہ کے مخالف نہ ہون) عمل وتصفیہ کرنا شرعاً جائز ہے۔

شاید اس دلیل پر بعض کم توجہ اشخاص کو اعتراضات

ذیل پیدا ہون۔

(۱) جن تجویزات [illegible] دلیل مین ذکر ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تجویزات ہین جنکا فعل وقول عین شریعت ہی پہر ان تجویزات کا مغایر احکام شریعت ہونا کیا معنے رکہتا ہے۔

(۲) وہ تجویزات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مجوزہ ہین جنکا فعل خود شرعی دلیل ہے انکے جائز العمل ہونے سے غیر نبی کے تجویزات کا جائز العمل ہونا کیونکر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ثابت ہو سکتا ہے۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول میں جو غیر نبی کے تجویزات مصالحت کا (جو خلاف شریعت نہ ہوں) جائز العمل ہونا ثابت ہوتا ہے مسلمانوں کی قید موجود ہے۔ پھر اس سے غیر مسلم گورنمنٹ کی تجویزات کا جائز العمل ہونا کیونکر ثابت ہو سکتا ہے۔

انکے جوابات بہ ترتیب اعتراضات ذیل میں معروض ہیں۔

(۱) ان تجویزات کو مغایر احکام شریعت کہنا اس معنے کر ہے کہ وہ تجویزات اصلی اور عام احکام شریعت نہیں ہیں جنپر عام اہل اسلام کار بند ہوں۔ اصل احکام جنکو خدا اور رسول نے شریعت قرار دیا ہے وہ ہیں جو ان تجویزات کی جگہہ پہلے بھی عام مسلمانوں کے عمل میں تھی۔ اور پیچھے بھی معمول بہا رہی (مثلاً زوجہ کی نوبت و نفقہ میں دوسرے ازواج سے مساوات۔ قرض کا پورا ادا کرنا۔ پانیکا موئنڈ ہتک بہر لیو و علی ہذا القیاس) وہ تجویزات ان احکام کی جگہہ صرف بعض مواقع میں بمقتضای مصالحت و تقاضای ضرورت جائز العمل قرار دی گئی ہیں۔ لہذا ان تجویزات کی نسبت یہ کہنا صحیح ہے کہ وہ احکام شریعت سے مغایر ہیں۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل جو از قسم عادات نہو اور نہ اسکی خصوصیت آنحضرت کے ساتھہ کسی دلیل سے ثابت ہو اور نہ اسکا صدور بلا قصد بطور زلت ہوا اور وں کے لیے لائق استناد و اقتدا ہے۔

چنانچہ توضیح وغیرہ میں مذکور ہے۔ لہذا آپ کے فعل تجویز مصالحت میں ہمارے لیے یہ اجازت و ہدایت پائی جاتی ہے کہ ہم بھی اسی قسم کے تجویزات مصالحت

والمختار عند نا الاباحة لا کن یکون لنا اتباعه لانه بعث لیقتدى باقواله وافعاله قال الله تعالى لابراهیم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان جاءلك للناس اماما وذلك بسبب النبوة والخصوص به نادر (توضیح صفحہ ۲۳۵)

نکال لیا کریں جو احکام شریعت کے مخالف نہ ہون اگر ان سے متفاوت و متغایر ہون)۔

(۳) مسلمانون کی قید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مین بطور اتفاق اور بلحاظ اکثر واقعات زمانہ نبوی کے واقع ہوئی ہے۔ اس سے یہ مقصود نہین ہے کہ اگر غیر مسلم کسی مقدمہ مین کوئی ایسی تجویز نکالے جو شریعت کی مخالف نہ ہو تو وہ جائز العمل نہین ہے۔

امام شوکانی نے نیل الاوطار مین اس قول کی شرح مین کہا ہے کہ اُس قول

قوله بين المسلمين هذا خرج مخرج الغالب لان الصلح جائز بين الكفار و بين المسلم والكافر و وجه التخصيص ان المخاطب بالاحكام في الغالب هم المسلمون لانهم منقادون (نیل الاوطار ص ۲۷ ج ۵)

مین مسلمانون کی قید بلحاظ اغلب احوال لگائی گئی ہے۔ کیونکہ صلح باہم کفار کے اور مسلمانون اور کافرون مین بھی جائز ہے۔ اس حدیث مین خاص کر مسلمانون کے ذکر کی یہ وجہ ہے کہ احکام شرعیہ سے اکثر مسلمان ہی مخاطب ہوتے ہین۔ کیونکہ وہی لوگ ان احکام کو مانتے ہین۔

اس پر ایک روشن دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ کی تجویزات مصالحت کو تسلیم فرمایا اور اُن پر عمل کیا (جس کا ذکر اشاعۃ السنہ نمبر ۹ جلد ۹ مین بتفصیل ہو چکا ہے)۔

تیسری دلیل

حضرت عمر فاروق نے شراب خواری کی حد کو (جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبر کے عہد مین واقع ہو چکی تھی) بڑھا دیا۔ اور ان کے اس فعل کو حضرت عثمان غنی اور حضرت علی مرتضے وغیرہ صحابہ نے تسلیم کیا۔ جس سے یہ فعل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لائق استناد ہو گیا ہے۔

صحیح بخاری میں سائب بن یزید سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

عن السائب بن یزید قال کنا نوتی بالشارب علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وامرۃ ابی بکر وصدرا من خلافۃ عمر فنقوم الیہ بایدینا ونعالنا واردیتنا حتی کان آخر امرۃ عمر فجلد اربعین حتی اذا عتوا وفسقوا جلد ثمانین۔ (صحیح بخاری صفحہ ۱۰۰۲)

عہد اور خلافت صدیقی اور خلافت عمری میں جب کوئی شرابخوار سزا کے لیئے لایا جاتا تو ہم ان کو جوتوں سے اور چھڑیوں وغیرہ سے مارتے خلافت حضرت عمر کی اخیر وقت پر انہوں نے چالیس کوڑے مارے۔ جب وہ شراب خواری میں بڑھ گئے تو آپ نے اسی لگائے

صحیح مسلم میں حضرت انس سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

عن انس بن مالک ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتی برجل قد شرب الخمر فجلدہ بجریدتین نحو اربعین قال وفعلہ ابو بکر فلما کان عمر استشار الناس فقال عبد الرحمن اخف الحدود ثمانون فامر بہ عمر (صحیح مسلم صـ۷۱ جلد۲)

ایک شراب خوار کو لائے تو آپ نے اسکو چالیس کے قریب چھڑیوں سے پٹوایا ایسا ہی حضرت ابوبکر نے کیا حضرت عمر کا وقت آیا تو انہوں نے اس باب میں صحابہ سے مشورہ لیا حضرت عبد الرحمن بن عوف نے اسی درہ لگانے کا مشورہ دیا تو آپنے اس کے مطابق حکم نافذ فرمایا۔

سنن ابی داؤد میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ و حضرت **علی** علیہ السلام و امیر

عن عثمان ان جلد الولید اربعین ثم قال جلد النبی صلعم اربعین و جلد ابو بکر اربعین و عمر ثمانین وکل سنۃ (ابو داؤد صـ۲۵۹)

معاویہ رحمہ اللہ۔ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت عمر کی اس تجویز کو پسند کیا اور مسنون کہا۔ اور اس کے مطابق خود

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وعن علی جلد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الخمر وابوبکر اربعین وکملها عمر ثمانین وکل سنة۔ (ابوداؤد ج۲ ص۲۶۱) وعن معاویة نحوه (ابوداؤد)	عمل کیا۔ اس زیادتی حد شراب خوار کا اسلام میں مسلم ہونا اور صحابہ کا اس کے مطابق عمل کرنا

اسی اصول پر مبنی ہے کہ ایک جرم کی متعدد سزاؤں میں باوجود مغایرت کی مخالفت وضدیت ومنافات نہیں ہوتی۔ ولہذا شراب خوار کی وہ حد (سزا) جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحضرت صدیق اکبر کے عہد میں پائی گئی تھی اس حد کی جو حضرت عمر نے تجویز فرمائی تھی ضد ونقیض وناسخ نہ تھی بلکہ مجوز تھی جس سے صاف طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جو سزائیں اور عقوبتیں شرعی جرائم کی اسوقت کی بعض اسلامی یا غیر اسلامی سلطنتوں میں مقرر ہیں وہ شرعی حدود کی ضد ونقیض نہیں ولہذا شرعی حدود ان سزاؤں کے اجراء سے مانع نہیں بلکہ مجوز ہیں۔

اس **دلیل** پر شاید ہماری جلد باز اور کم تدبر اخوان اہل اسلام یہ اعتراض کریں کہ اس دلیل میں تمنے قیاس مع الفارق کیا ہے۔ ایک خلیفہ راشد بلکہ خلفاء راشدین ثلثہ کے فعل پر عام اہل اسلام بلکہ غیر اقوام کے فعل کو قیاس کیا۔ کجا زمین وکجا آسمان ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

اسکا **جواب** یہ ہے کہ ہمنے خلفاء کے فعل پر فعل سلاطین زمانہ حال کا (مسلمان ہوں خواہ غیر مسلم) قیاس نہیں کیا اور نہ ان دونو گروہ کے افعال کو یکساں قرار دیا ہے۔ سلاطین کی مجوزہ سزاؤں پر عمل کرنے کے جواز کو تو ہم نے اس شرط سے مشروط ومقید کر دیا ہے کہ انکو صرف دنیاوی احکام سمجھیں۔ احکام شرعی قرار نہ دیں۔ اور اس حد مجوزہ فاروق اعظم کا داخل دین ومسنون ہونا ہمنے تسلیم کر لیا اور اکابر صحابہ سے اس تسلیم کو نقل کیا ہے اُن دونوں گروہ کے افعال کو ہم یکساں جانتے اور ایک کا دوسرے پر قیاس کرتے تو تعزیرات مجوزہ سلاطین کو بھی مشروع

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور مسنون قرار دیتے۔

ہمنے تو صرف حد مجوزہ فاروق اعظم کی اس وجہ تجویز سے کہ وہ حد نبوی و صدیقی کی ضد و مخالف نہ تھی اور اسلیے انکو اس حد کی تجویز پر جرات ہوئی۔ اور دوسرے اکابر صحابہ سے انکی موافقت رائے وقوع مین آئے استدلال کیا اور یہ کہا ہے کہ یہہ باعث ہر ایک سزا مین (جو حدود شرعی سے مغایر ہو مگر ضد و مخالف نہ ہو) موجود ہے ولہذا ایسی سزا کی اجراء سے حد شرعی مانع نہین ہے بلکہ مجوز ہے۔

رہا یہ امر کہ وہ سزا داخل دین اور حکم شرعی ہو سکتی ہے یا نہین سو یہ امر وجوہ مذکورہ سے جدا گانہ ہے۔ اور ہماری بحث و دعوی سے اجنبی اسکا تصفیہ دوسرے دلائل سے ہو سکتا اور اس مین یون کہا جا سکتا ہے کہ اگر اس سزا کی مجوز کا فعل لائق استناد اور دین مین حجت ہے (جیسے خلفاء راشدین کا وہ قول یا فعل جسپر اور صحابہ کا اتفاق ہو گیا ہو جو بالاتفاق شرعی حجت اور ملحق بالسنتہ ہے) تو وہ سزا داخل دین اور حکم شرعی ہو سکتی ہے۔

و بناءً علیہ یہ حد فاروقی جسپر باقی خلفاء کا اتفاق ہوا ہے داخل دین سمجھی گئی ہے اور اگر اس سزا کے مجوز کا قول و فعل لائق استناد اور دین مین حجت نہین ہے (جیسے دیگر دوسرے سلاطین کے (مسلمان ہون خواہ غیر) اقوال و افعال یا صحابہ یا خاص کر بعض خلفاء کے وہ افعال و اقوال جنپر دوسرے صحابہ نے اتفاق نہ کیا ہو) تو وہ سزا داخل دین نہین ہو سکتی اسی اصول پر ان سلاطین کی مجوزہ سزائین احکام شرعیہ اور داخل دین نہین سمجھی گئین صرف جائز العمل تسلیم کی گئی ہین۔ ایسی ہی بعض خلفاء کی وہ سزائین جنپر دوسرے صحابہ کا اتفاق نہین ہوا حکم شرعی نہین سمجھی گئین۔

اوسکی نظیر مین ہم انہی حضرت فاروق اعظم کے بعض سیاستی و تعزیری احکام پیش کرتے ہین جو دوسرے صحابہ کے اتفاق نہ ہونے کے سبب شرعی احکام نہین سمجھے گئے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۱) موطا امام مالک میں سلیمان بن یسار سے مروی ہے کہ طلیحہ اسدیہ کو اس کے

عن سليمان بن يسار ان طليحة الاسدية كانت تحت رشيد الثقفي فطلقها فنكحت في عدتها فضربها عمر بن الخطاب وضرب زوجها بالمخفقة ضربات وفرق بينهما ثم قال عمر بن الخطاب ايما امرأة نكحت في عدتها فان كان زوجها الذي تزوجها لم يدخل بها فرق بينهما ثم اعتدت بقية عدتها من زوجها الاول ثم كان الآخر خاطبا من الخطاب وان كان دخل بها فرق بينهما ثم اعتدت بقية عدتها من الاول ثم اعتدت من الآخر ثم لا يجتمعان ابدا (موطا امام مالک ص ۱۹۷)

خاوند رشید نے طلاق دی تو اس نے عدت میں دوسرا نکاح کر لیا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ نے اس کو اور اسکے شوہر ثانی کو درہ سے مارا اور ان میں جدائی کا حکم دیا۔ پھر یہ ارشاد فرمایا کہ جو عورت عدت کے اندر دوسرے خاوند سے نکاح کرے اس کا خاوند اس سے ہمبستر نہ ہوا ہو تو ان دونوں میں جدائی کرا دی جائے پھر باقیماندہ عدت پوری کر کے وہ آپس میں نکاح کر لیں۔ اور اگر وہ اس سے ہمبستر ہو چکا ہو تو ان دونوں میں ابدی جدائی ہو کہ پھر وہ کبھی نکاح نہ کریں۔

محلی شرح موطا میں ہے۔ یہ حکم بطور سیاست و سزا ہے۔ یہ ایک ایسا حکم ہے جس

قوله ثم لا يجتمعان ابدا زجرا له سياسة في حقهما لكن الاسرع مبادرتهما الى النكاح قبل انقضاء عدتها وهذا مما تفرد به عمر فعامة اهل العلم على انه تحل له بعد الخروج عن العدة (محلی شرح موطا ص ۲۴۰)

میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ منفرد ہیں۔ تمام اہل علم اس کے قائل ہیں کہ عدت کے بعد ہمبستر ہونے والے کو بھی نکاح کر لینا جائز ہے۔

(۲) اس کی دوسری نظیر ابن عباس کا یہ حکم ہے کہ جو شخص ایک طہر میں تین طلاقیں دے دے

عن ابن عباس قال كان طلاق الثلاث في

پھر اس عدت میں رجوع نہ کرے۔ یعنی ان تین

ق س

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وابي بكر وسنتين من خلافة عمر واحدة فقال عمر بن الخطاب ان الناس قد استعجلوا في امر كانت لهم فيه اناة فلو امضيناه عليهم فامضاه عليهم (صحیح مسلم ص ۴۷۷ ج ۱)

طلاقوں کو تین ہی سمجھو۔ تعامل زمانہ نبوی، دور خلافت صدیقی اور ابتدائی دو سال خلافت عمری کے مطابق ایک طلاق قرار دی" چنانچہ صحیح مسلم میں بروایت ابن عباس یہ حکم آپ کا مروی ہے

آپ کے اس حکم کو گو بہت سی صحابہ و اکثر تابعین و ائمہ مذہب نے حکم شرعی سمجھا ہے۔ مگر بہت سے صحابہ اور تابعین اور ائمہ دین نے اسکو حکم شرعی تسلیم نہیں کیا۔ بلکہ ایک تعزیری و سیاسی حکم قرار دیا ہے۔

قاضی محمد بن علی شوکانی نے کتاب نیل الاوطار میں کہا ہے ایک وقت میں

واعلم انه قد وقع الخلاف في الطلاق الثلاث اذا اوقعت في وقت واحد هل يقع جميعها ويتبع الطلاق الطلاق ام لا فذهب جمهور التابعين وكثير من الصحابة وائمة المذاهب الاربعة وطائفة من اهل البيت منهم امير المؤمنين علي مرتضى رضي الله عنه والناصر والامام يحيى حكى ذلك عنهم في البحر وحكاه ايضا عن بعض الامامية الى ان الطلاق يتبع الطلاق وذهبت طائفة من اهل العلم الى ان الطلاق لا يتبع الطلاق بل يقع واحدة فقط وقد حكى ذلك صاحب البحر عن ابي موسى و رواية عن

تین طلاقوں کے واقعہ ہو جانے میں علمائے اسلام کا اختلاف ہے۔ اکثر تابعین اور بہتیرے صحابہ اور ائمہ مذاہب اربعہ اور ایک جماعت اہل بیت نبوی (جنہیں حضرت علی مرتضی ہیں) اور ناصر اور امام یحیی قائل ہیں کہ وہ تینوں واقع ہوتی ہیں ایک جماعت اہل علم اس کے قائل ہیں کہ تینوں طلاقیں نہیں ہوتیں بلکہ صرف ایک طلاق ہوتی ہے۔ چنانچہ بحر نے یہ قول ابو موسی اشعری (صحابی) سے نقل کیا ہے۔ ایسا ہی حضرت علی علیہ السلام سے ایک روایت میں ہے۔ اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علي وابن عباس وطاوس وعطاء وجابر بن
زيد والهادي والقاسم والباقر والناصر
واحمد بن عيسى وعبد الله بن موسى
بن عبد الله ورواية عن زيد بن علي و
اليه ذهب جماعة من المتأخرين منهم
ابن تيمية وابن القيم وجماعة من
المحققين وقد نقله ابن مغيث في
كتاب الوثائق عن محمد بن وضاح
ونقل الفتوى بذلك عن جماعة من
مشائخ قرطبة كمحمد بن بقي ومحمد
بن عبد السلام وغيرهما ونقله
ابن المنذر عن اصحاب ابن عباس كعطاء
وطاوس وعمرو بن دينار وحكاه ابن مغيث
ايضا في ذلك الكتاب عن علي رضي الله
تعالى عنه وابن مسعود وعبد الرحمن
بن عوف والزبير —
(نيل الاوطار صفحہ ۱۵۶ جلد ۵)

ابن عباس (صحابی) وطاؤس وعطاء
وجابر بن زید (تابعیون) کا اور ہادی
اور قاسم اور باقر اور ناصر و احمد بن عیسیٰ
وعبد اللہ بن موسیٰ کا - اور ایک روایت
مین زید بن علی کا بھی یہی قول ہے - اور
اسیکی ایک جماعت متاخرین کی (جن
مین ابن تیمیہ و ابن قیم اور دوسرے
محققین کی ایک جماعت ہے) قائل ہے -
ابن مغیث نے کتاب وثائق مین محمد بن
وضاح سے یہ قول نقل کیا ہے اور ایک
جماعت مشائخ قرطبہ کا (جیسے محمد بن بقی
ومحمد بن عبد السلام وغیرہ) اس کے موافق
فتوی دینا نقل کیا ہے - اور ابن المنذر
نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کے شاگردون
سے (جیسے عطا وطاؤس وعمرو بن دینار
ہین) یہ قول نقل کیا ہے اور ابن المغیث
نے یہ قول علی مرتضیٰ وابن مسعود وعبد الرحمن
بن عوف وزبیر (صحابہ) سے نقل کیا ہے -

اس حکم فاروقی کو حکم شرعی قرار دینے والے جو اپنے دعوی کی دلیل بیان کرتے ہین اس سے ہمکو اس مقام مین بحث نہین ہے - اور نہ اس مسئلہ کی بحث وتحقیق یہان پیش نظر ہے - اس باب مین ہم مفصل مضمون لکھ چکے ہین جو کسی پرچہ مین شائع

© rasailojaraid.com

ہوگا - انشاء اللہ تعالیٰ -

اسکو حکم شرعی تسلیم نہ کرنے بلکہ ایک حکم تعزیری و سیاستی قرار دینے والوں کی دلیل یہی ہے کہ حضرت عمر کا صرف اپنا قول یا فعل شرعی حجت نہیں اور انکا یہ حکم دوسرے صحابہ کے اتفاق و اجماع سے موید نہیں ہوا - جیسا کہ سزائے شراب خوار کا حکم موید ہوا تھا لہٰذا اس حکم کی نسبت یہی کہا جائیگا کہ وہ ایک تعزیری و سیاستی حکم تھا نہ حکم شرعی -

حافظ ابن القیم نے اغاثۃ اللہفان میں طلاق ثلثہ کا ایک ہونا ایک طولانی بحث سے ثابت کرنے کے بعد کہا ہے کہ علماء نے کہا ہے احکام دو قسم ہیں - اول وہ احکام جو زمانہ اور اجتہاد کے تغیر و تبدل سے نہیں بدلتے - جیسے فرائض کا فرض ہونا - اور محرمات کا حرام ہونا اور حدود شرعیہ جو مقرر ہو چکے ہیں جن کی طرف کسی تبدل و اجتہاد کو راہ نہیں -

قسم دوم وہ احکام جو بسبب مقتضائے مصلحت زمانی و مکانی اور موقع کے بدل سکتے ہیں جیسے تعزیرات کے مقدار اور کیفیتیں - تعزیرات کو شارع نے مقتضائے مصلحت کے موافق مختلف طور پر مقرر کیا ہے جیسے چوتھی دفعہ کی سزائے شراب خواری میں قتل کا حکم اور زکوۃ نہ دینے والے کے مال کو

قالوا الاحکام نوعان - نوع لا یتغیر عن حالة واحدة بتغیر الازمنة والامکنة والاجتهاد کوجوب الواجبات وتحریم المحرمات والحدود المقدرة فهذا لا یتطرق الیه تغییر ولا اجتهاد یخالف ما وضع علیه - والنوع الثانی یتغیر حسب اقتضاء المصلحة له زمانا ومکانا وحالا کمقادیر التعزیرات وصفاتها فان الشارع نوعها بحسب المصلحة کالتعزیر بقتل مدمن الخمر فی المرة الرابعة واخذ شطر مال مانع الزکوٰة واخراج العبد عن ملک من مثل به وتضعیف الغرم علی سارق ما لا قطع فیه وعلی کاتم الضالة والهجر ومنع قربان النساء فی قصة الثلاثة ولم یعرف انه عزر بدرة ولا حبس ولا سوط وانما حبس فی

© rasailojaraid.com

تهمت ليتبين حال المتهم وكذلك
اصحابه تنوعوا في التعزيرات بعده
فكان عمر يحلق الراس وينفي ويضرب
ويحرق حوانيت الخمارين والقرية
التي يباع فيها الخمر وحرق قصر
سعد بالكوفة لما احتجب فيه عن
الرعية وما كان له في التعزيرات اجتهادات
وافقه عليها الصحابة لحدوث اسباب
لم يكن مثلها على عهد رسول الله صلى
الله عليه وسلم او كانت ولكن زاد الناس
فيها وتتابعوا فمن ذلك انهم لما زادوا في
شرب الخمر وتتابعوا فيه وكان قليلا
في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم
جعله عمر ثمانين ونفى فيها ومن ذلك
اتخاذه درة يضرب بها من يستحق
الضرب ومن ذلك اتخاذه دار السجن ومن
ذلك انه لما راى الناس تتابعوا في الطلاق
واكثروا فيه راى انهم لا ينتهون
عنه الا بعقوبة فراى الزامهم الثلاث
عقوبة لهم ليكفوا عنها وذلك اما من
التعزير العارض الذي يفعل عند الحاجة

نصف مال لینا - اور اس غلام کو جس کی
ناک اس کے مالک کاٹ دی مالک کی ملک
سے خارج کر کے آزاد کرنا - اور تھوڑی
مال کے چور سے جس پر حد شرعی (ہاتھ
کاٹنا) جاری نہ ہو سکے دوچند تاوان لے
لینا ایسا ہی گم شدہ چیز کے چھپانے
والے سے - اور ان تین شخصوں پر جو
جنگ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے یہ حکم
لگانا کہ ان سے کوئی کلام نہ کرے اور وہ
اپنی عورتوں کے پاس نہ جائیں - آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت نہیں کہ
آپ نے کسی کو رسمی درہ یا کوڑہ سے پٹوایا
ہو یا کسی کو قید کیا ہو بجز ایسے شخص
کے جس پر کوئی تہمت آئی ہو اسکو اسلیئے
قید کیا ہے کہ اسکا حال کھل جائے -
ایسا ہی آنحضرت کے صحابہ نے کئی قسم
کی تعزیرات نکالی ہیں - حضرت عمر تعزیر
میں سر مونڈوا دیا کرتے اور جلا وطن
کر دیتے اور مارتے - اور شراب بیچنے
والوں کی دکانیں اور بالا خانے جن میں
وہ شراب بیچتے جلا دیا کرتے - حضرت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

كما كان يضرب في الخمر ثمانين ويحلق فيها الرأس وينفي عن الوطن وهو كما منع صلى الله عليه وسلم الذين خلفوا عن الاجتماع بالنساء لهم فهذا له وجه واما ظننا ان جعل الثلاث واحدة كان مشروطا بشرط وقد زال الخ

(تبعید الشیطان بتقریب اغاثة اللھفان ص ۳۷۶ وغیرہ)

سعد کا گھر آپ نے جلا دیا جب وہ اس گھر میں اپنی رعایا سے جنکے حاکم تھے چھپ بیٹھے تھے۔ آپ تعزیرات میں بہت اجتہاد کیا کرتے۔ جن پر اور صحابہ بھی اتفاق کر لیتے اس نظر سے کہ ان تعزیرات کے اسباب اور وجوہات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود نہ تھے اور اگر کچھ تھے تو لوگ ان میں بڑھ گئے تھے ازانجملہ شراب خواری ہے۔ اس میں لوگ بڑھ گئے تو آپ نے چالیس کے اسی کوڑے کر دیے اور جلا وطنی کا حکم بھی دیا۔ ازانجملہ یہ کہ آپ نے معروف درہ بنوایا جس سے آپ اسکی لائق اشخاص کو پٹواتے ازانجملہ یہ کہ آپ نے جیلخانہ بنوایا۔ ازانجملہ یہ کہ جب آپ نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ طلاق دینے میں بڑھ گئے ہیں اور یہ خیال فرمایا کہ وہ بجز سخت سزا کے اس سے باز نہ آئیں گے تو انکی سزا دہی کی غرض سے تین طلاقوں کو تین ہی کر دیا تاکہ کثرت طلاق سے لوگ باز آئیں یہ حکم انہی تعزیری احکام سے ہے جو حاجت کے وقت عمل میں لائے گئے ہیں جیسے آپ شرابی کی سزا میں اسی درے لگواتے۔ سر منڈواتے اور جلا وطن کر دیا کرتے۔ تا آخرہ۔

اس بیان سے بخوبی ثابت ہوا کہ تعزیر شراب مجوزہ فاروق اعظم کا حکم شرعی تسلیم کیا جانا ایک خارجی دلیل (اتفاق و اجماع صحابہ) سے ہوا ہے نہ اس لیے کہ وہ ایک خلیفہ راشد کا فعل ہے۔ ایسا ہوتا تو آپ کے ان افعال اور تجویزات کو بھی جن پر دوسرے صحابہ کا اتفاق نہیں ہوا حکم شرعی تسلیم کیا جاتا۔ لہذا ہمارا تمسک دلیل سوم میں آپ کا فعل نہیں ہے اور نہ اس فعل پر ہم نے افعال سلاطین کا قیاس کیا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہمارا تمسک اس فعل کی وجہ اور اصل اقوال سے ہے جو ہر ایک سزا میں (جو مغایر شرع ہو مگر مخالف نہ ہو) پائی جاتی ہے۔

ہمارے ان دلائل ثلثہ سے امید ہے کہ ناظرین کو ہمارے دعوی کی صحت و ثبوت کا یقین ہوگا اور اس امر کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ نوع دوم قسم سوم ملازمت (جس میں ایسے احکام سلطنت کو نافذ کرنا پایا جاتا ہے جو احکام شرعیہ سے صرف مغایر ہیں مخالف نہیں ہیں) جائز ہے بشرطیکہ ان احکام کو احکام شرعی نہ سمجھیں اور نہ احکام شرعیہ سے بہتر قرار دیں۔

ان دلائل کے معارضہ اور مقابلہ میں شاید کوئی یہ دلیل پیش کرے کہ نوع دوم قسم سوم ملازمت میں گو احکام شرعیہ کا خلاف نہیں کرنا پڑتا مگر اس میں احکام شرعیہ کو ترک تو کرنا پڑتا ہے مثلاً مسلمان مجسٹریٹ جو چوری کی سزا میں قید کا حکم جاری کرتا ہے وہ اس حکم میں گو حکم شرعی (ہاتھ کاٹنے) کا خلاف نہیں کرتا مگر اس حکم شرعی (ہاتھ کاٹنے) کا تارک تو ہوتا ہے جو صریح فسق ہے گو کفر نہیں۔

اس کا **جواب** یہ ہے کہ ترک اور فعل میں عدم و ملکہ کا تقابل ہے لہذا کسی کام کا تارک اسی شخص کو کہا جائیگا جس کی شان اور قدرت سے اس کام کا کرنا ہو گا اور پھر وہ اسکو نہ کرے اور جو شخص کسی کام پر قادر نہ ہوگا اسکو اس کام کے نکرنے سے اسکا تارک کبھی نہ کہا جائے گا اور نہ اس پر اس ترک کا حکم (فسق یا کفر) لگایا جائیگا۔

اس قاعدہ کا لحاظ ضروری نہ ہو اور ہر ایک کو جس سے کوئی کام نہ ہو سکے اس کام کا تارک کہنا جائز ہو تو اس ترک کے الزام سے فی صدی ایک مسلمان نہ بچیگا (مثلاً جس غریب مسلمان نے حج نہ کیا ہو وہ تارک حج ہوگا اور جو صاحب مال بقدر نصاب نہ ہو اور وہ زکوۃ نہ دے تو وہ تارک زکوۃ کہلائے گا۔ وعلی ہذا القیاس۔ اور اسکا کوئی مسلمان قائل نہیں ہے۔

✢ وہ یہ کہ عہد نبوی و صدیقی کی عملداری میں یہ احکام ... مخالف نہیں گو مغایر ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس قاعدہ کے مطابق مسلمان مجسٹریٹ ماتحت غیر اسلامی گورنمنٹ ہو خواہ ماتحت اسلامی گورنمنٹ جو قوانین شریعت کی پابند نہیں) جو چور کو شرعی سزا نہیں دیتا حکم شریعت کا تارک نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ وہ اس حکم کے اجرا پر قادر نہیں ہے حدود شرعیہ کا جاری کرنا انہی لوگون کا کام ہے جو اہل شوکت و صاحب سلطنت ہون نہ کافہ انام کا لہذا اس کے ترک کا جرم و الزام بھی انہی اہل شوکت و صاحبان سلطنت پر قائم ہو سکتا ہے نہ ماتحت کو لوگون پر۔ اب پھر وہ شاید یہ سوال کرین کہ اس اصول پر احکام و حدود شرعی کے تارک گورنمنٹ ٹھہرتے* ۔ اور مسلمان چونکہ اس ترک مین انکے نایب ہین لہذا اس نیابت کے سبب وہ بھی گنہگار رہے۔ اسکا **جواب** یہ ہے کہ مسلمان مجسٹریٹ گورنمنٹ کا صرف اجرا احکام سلطنت مین (جو احکام شرعیہ کے مخالف نہین صرف مغایر ہین) نائب ہے نہ ترک تعمیل احکام شریعت مین۔ کیونکہ ترک تو ایک عدمی امر ہے اور کام نہ کرنے کا نام ہے اس مین کوئی کسیکا نائب کیونکر ہو سکتا ہے؟۔

ملازمت کے اقسام ثلثہ کی احکام تفصیل و بادلیل بیان ہوئی اب ہم ان احکام کے فروعات و نتائج بیان کرتے ہین اور ملازمت گورنمنٹ کی جزئیات و تمثیلات ذکر کرکے یہ بیان کرنا چاہتے ہین کہ وہ جزئیات و امثلہ کس قسم مین داخل ہین۔ اور کس حکم (جواز یا ممانعت) کا محل و مورد ہین۔

گورنمنٹ کی ملازمتین جو ہمارے ملک مین پائی جاتی ہین کئی ڈیپارٹمنٹ (صیغون یا مدات) مین منقسم ہین۔

جوڈیشل (دیوانی و فوجداری) **فنانشل** (مالی خدمات) **پولیٹیکل** انتظامی

* یہ اعتراض برٹش گورنمنٹ پر ہے تو یہ شافعیہ وغیرہ علماء کے اصول پر وارد ہوتا ہے جو کفار کو مخاطب بفروع جانتے ہین نہ اصول مذہب حنفیہ پر جو کفار کو فروع اسلام کا مخاطب نہین سمجھتے (دیکھو مسلم الثبوت وغیرہ کتب اصول) اس بحث مین کافر بمعنے الضد اسلام نہین بلکہ بمعنے غیر مسلم ہے۔ دیکھو رسالہ اقتصاد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(ملکی معاملات) ملٹری (فوجی خدمات) پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ (تعمیر مکانات و انہار وغیرہ) ایجوکیشنل ڈیپارٹمنٹ (تعلیم) میڈیکل ڈیپارٹمنٹ (طبابت یا ڈاکٹری) پوسٹل ڈیپارٹمنٹ (ڈاک) ٹیلیگراف ڈیپارٹمنٹ (سررشتہ تاربرقی) پولیس وغیرہ وغیرہ۔

اس مقام میں ہم بعض مدات کے متعلق چند مثالون کو ذکر و بیان جسکم پر اکتفا کرتے ہین باقی ماندہ اشغال کا حکم ناظرین اہل علم کو انہین مثالون سے معلوم ہو جائے گا۔ انشاء اللہ تعالے۔

پس واضح ہو کہ منجملہ جوڈیشل ملازمت ایک عہدہ مجسٹریٹی ہے جس کا اعلے اور اصلی فرض مقدمات فوجداری کا فیصلہ کرنا ہے۔ ان قوانین سلطنت کے مطابق جو احکام شریعت سے صرف متغایر ہین۔ مخالف نہیں ہین (اور وہ فیصلہ نوع دوم قسم سوم مین داخل ہے)۔ بعض اضلاع مین مجسٹریٹ کو یہ خدمت بھی سپرد ہوتی ہے کہ وہ شراب کی سرکاری بھٹیون کی نگرانی کرے۔ اور شراب کے درجہ تیزی کا امتحان کرکے اس کی استعمال کی اجازت دے (جو نوع اول قسم سوم مین داخل ہے)۔ بعض اضلاع مین یہ خدمت تحصیلدارون کے سپرد ہوتی ہے جسکا ذکر فنانشل مین آتا ہے۔

از آنجملہ منصفی ہے جسکا فرض دیوانی مقدمات متعلقہ لین دین کا فیصل کرنا ہے انمین بعض مقدمات تو عین احکام شریعت کے مطابق ہوتے ہین جیسے اہل اسلام کے مقدمات وراثت، وصیت، طلاق، نکاح، تقسیم، ہبہ، شفعہ دخل مبیعات وغیرہ وغیرہ (جنکے مطابق فیصلہ قسم اول مین داخل ہے) اور بعض ان قوانین کے مطابق ہوتے ہین جو احکام شریعت سے صرف متغایر ہین نہ مخالف جیسے ملک کے ثبوت و شہادت مین دیوارون کے طاقون کو اور دیوارون کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وراثت ہی بیویون کے رکھے جانے کو دلیل قرین قیاس سمجھنا (جنپر فیصلہ نوع دوم قسم سوم مین داخل ہے) اور بعض ایسے قوانین کے موافق ہوتے ہین جو شریعت کے مخالف ہین جیسے غیر مسلم گواہون کی شہادت کو قبول کرنا یا ورک گزری و نیز بعض اقوام کے رسم و رواج کی لحاظ سے زوجہ اور لڑکیون کو محروم الارث کرنا و علیٰ ہذا القیاس (جنکے مطابق فیصلہ کرنا نوع اوّل قسم سوم مین داخل ہے)

اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنری جسکا اصلی فرض فصل مقدمات جو دیگر مال ہے (یعنے وہ مقدمات جو مالک اور مزارعین کے متعلق بابت حقوق اراضی ہون) ان مقدمات سے بعض مقدمات تو احکام شریعت کے عین مطابق ہوتے ہین جیسے حصہ نصف یا ثلث پیداوار زمین یا نقدی حق مالکانہ مالک کو دلوانا (جسکا فیصلہ نوع اول مین داخل ہے) اور بعض ان احکام سنت کے موافق جو شریعت سے صرف مغایر ہین نہ مخالف جیسے مزارعان موروثی کی سبب دخلی کا قانون (جنکے مطابق فیصلہ نوع دوم قسم سوم مین داخل ہے) اور بعض ایسے قوانین کے مطابق جو شریعت کے مخالف ہین جیسے رسم و رواج ملک کے لحاظ سے عورتون کو حقوق مالکیت سے محروم کرنا جو نوع اول قسم سوم مین داخل ہے ایسی اسسٹنٹ کمشنری پنجاب مین اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنرون اور اسسٹنٹ کمشنرون کو مجسٹریٹون اور منصفون کے فرائض (فصل مقدمات فوجداری و دیوانی) بھی تفویض ہوتے ہین جنکا حکم بیان ہو چکا ہے۔

ہندوستان کے اضلاع مین ان عہدون کی جگہہ ریونیو اسسٹنٹ کمشنر ڈپٹی کلکٹر کے عہدے ہین۔ اور انکے یہی فرائض ہین۔

ایسے ہی خفیفہ ججی ہے جسکا فرض فصل مقدمات دیوانی ہے جو جائداد منقولہ کے متعلق ہون۔ اور ڈسٹرکٹ ججی۔ جس مین عام مقدمات دیوانی (جائداد

© rasailojaraid.com

منقولہ کے متعلق ہون خواہ غیر منقولہ کے) کا انفصال ہوتا ہے
اور اسی میں مجسٹریٹی کا فرض فیصل مقدمات فوجداری
بھی شامل ہوتا ہے۔

اور منجملہ فنانشل ملازمت ایک تحصیلداری ہے جسکا فرض تحصیل معاملہ اراضی
ہے اور وہ قسم دوم میں داخل ہے) بعض رقوم جنکو تحصیلدار وصول کرتا ہے ایسے
ہیں جنکو [illegible] وصول کرنا شرعاً ناجائز ہے جیسے شراب وغیرہ مسکرات کا محصول
اور وہ نوع اول قسم سوم میں داخل ہے) تحصیلداروں کو مجسٹریٹوں اور ججوں
کے بعض [illegible] اختیارات (فیصل مقدمات فوجداری و دیوانی) بھی حاصل ہوتی ہیں۔
جنکا [illegible] بیان ہو چکا ہے منجملہ [illegible] کے خاص ہیں تحصیلداروں کی مالی خدمت کا سلسلہ
[illegible] اسسٹنٹ کمشنری ڈپٹی کمشنری اور کلکٹری کمشنری تک منتہی ہوتا ہے
و از منجملہ عہدہ [illegible] جسکا فرض زمین کی پیمایش کرانا اور بلحاظ پیداوار اسکو
اقسام کی تشخیص کرنا اور ان اقسام کی حیثیت کے موافق خراج تجویز کرنا ہے۔ ان اصول
و قوانین کے مطابق جنسے شریعت ساکت ہو یا وہ شریعت سے صرف مغایر ہیں نہ مخالف
(جیسے یہ قانون کہ جس زمین سے نیل پیدا ہو اسپر اسقدر خراج لگایا جاوے اور جس سے
دھان پیدا ہو اسپر اسقدر (جو قسم دوم یا نوع دوم قسم سوم میں داخل ہے) ایسا
ہی عہدہ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ و سپرنٹنڈنٹ وغیرہ ہے جس میں اس قسم کے اختیارات
کو درجہ بدرجہ وسعت ہوتی جاتی ہے۔

پولیٹیکل ملازمت کے عہدے جو اسوقت تک دیسیوں کو میسر آتے ہیں سکرٹیریٹ
(محکمہ سکرٹری لوکل گورنمنٹ و دفاتر سکرٹری سپریم گورنمنٹ) یا محکمہ پولیٹیکل ایجنٹ
کی سررشتہ داری کا عہدہ اتاشی اور اس کے ماتحت و متعلق عہدے ہیں یا سفارت
ریاست یا حکومت غیر جس کی فرائض انتظام ملک و حفظ حقوق سلطنت ہیں۔ ان اصول

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دو قوانین کے مطابق جو شرع کے موافق ہین (جیسے ریاست ماتحت یا حکام کے غیر سے جنگ نکرنے اور صلح قائم رکھنے کو معاہدہ اور اسکی شروط) یا وہ شرع سے صرف مغایر ہین جیسے شرائط جدید جو شرع سے ثابت نہ ہون (جنکی نظر سے یہ ملازمت قسم اول یا نوع دوم قسم سوم مین داخل ہے)۔

ملٹری ملازمت کے دو حصے ہین ایک حصہ تلوار وغیرہ ہتیارون کی نوکری ہے جو ادنی سپاہی سے اعلی عہدہ دار تک شامل ہے **دوسرا** اسکی متعلقات کی نوکری۔ (جیسے بارکین وغیرہ عمارتین بنوانا سڑکین بنانا پولش نقشہ کشی کرنا وغیرہ (جو ملٹری ورکس ڈیپارٹمنٹ کے متعلق ہین)

پہلے حصے کے اصول اور اصل **مقصود** کو دیکہا جاتا ہے کہ وہ سلطنت کی حفاظت اور حملہ غیر سے اسکی مدافعت ہی اور **ساتھ** ہی اسکے اسی سلطنت کو برکات اور فوائد کلا (جو اہل ملک کو عموماً اور اہل اسلام کو خصوصاً پہنچے ہین کہ سکہون وغیرہ ظالم اقوام کی مزاحمتون سے انکو نجات دی اور ادائے شعائر اسلام کی پوری ازادی انکو عطا فرمائی ہے) نظر انصاف سے مشاہدہ کیا جاتا ہے اور **ساتھ** ہی اسکے اپنی رعایا ہونے اور برٹش گورنمنٹ کے معاہد ہوجانے کیطرف نظر کیجاتی ہے تو سکو صاف اقرار کرنا پڑتا ہے کہ یہ حصہ نوکری قسم اول مین داخل ہے۔ اور اس مین اس عہد (حقیقی یا حکمی لفظی یا معنوی صریحی یا ضمنی) کا جو ہم گورنمنٹ کو دے چکے ہین اور اس سے کوئی فرد رعایا برٹش گورنمنٹ سے خالی نہین ہے (جنبچہ ہمارے رسالہ اقتصاد فی مسائل الجہاد کے صفحہ ۴ وغیرہ مین اسکا تفصیلی ثبوت موجود ہے) ایفا عمل مین آتا ہے

یہان شاید کوئی **دیندار** (مگر ناواقف) بہائی یہ اعتراض کرے کہ یہ حکم جواز اسی حالت مین اور اسیوقت تک صحیح و مسلم ہے کہ گورنمنٹ اس اصول پر (جو بیان ہوا ہے)۔ قائم رہے اور اس سے آگے نہ بڑھے مگر ممکن ہے کہ وہ اس مرز سے تجاوز کرے اور اسلام

© rasailojaraid.com

داہل اسلام سے بلا وجہ و ناحق کسی نہ کسی دن تعرض کرے اس امکان کے ساتھ ملازمت تلوار کیونکر جائز اور قسم اول مین داخل ہو سکتی ہے ۔

اس کا جواب یہ ہو کہ اہل و مذہب اسلام سے تو گورنمنٹ کا تعرض کرنا عادۃً محال اور امکان عادی سے خارج ہے ۔ مذہبی نیوٹرلٹی (غیر طرفداری) کو گورنمنٹ بلحاظ صوبہ سلطنت فرض جانتے ہین ۔ اور کسیکے مذہب سے (مسلمان ہو خواہ ہندو یا غیر) دست اندازی کو کبھی روا نہین رکھتی اسیو اسطے نہ آجتک کبھی مذہب اسلام سے گورنمنٹ نے تعرض کیا نہ آئندہ اس تعرض کا امکان ہے ۔

رہا اہل اسلام سے بخیال ملک و سلطنت اسکا بیجا و ناحق تعرض اسکا جیسا ہونا ممکن ہے ویسا ہی نہ ہونا بھی ممکن ہے اور یہ امر متیقن اور متعین نہین ہے کہ وہ تعرض ضرور واقعہ ہوگا ۔ لہذا مجرد امکان و وہم و گمان سے اس نوکری کا عدم جواز ثابت نہین ہو سکتا اس عدم جواز کے لیے تعرض بیجا کا دم نقد موجود ہونا یا اوسکے وقوع کا متیقن ہونا شرط ہے چنانچہ اشاعۃ السنہ نمبر (۱۱) جلد (۵) بضمن مضمون دو کفار کی نوکری ۔ اس امر کو ہم ثابت کر چکے اور اس کے ثبوت و شہادت مین حضرت خباب صحابی کا عاصی بن وائل کے لیے تلوار بنانا (جس کا مجمل ذکر قرآن مین اور مفصل حدیث مین موجود ہے اور اسپر کسی نوع کا انکار خدا اور رسول کیطرف سے وارد نہین ہوا) پیش کر چکے ہین حالانکہ اس تلوار مین بھی یہ امکان موجود تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ مین عاصی وغیرہ کفار مکہ کے کام آتی اور اس سے کسی مسلمان بے گناہ کی جان ماری جاتی اس امکان کے ساتھ وہ فعل خباب صحابی کا خدا اور رسول نے جائز و برقرار رکھا تو اس امکان موہوم سے برٹش گورنمنٹ کی تلوار کی نوکری کیون کر ناجائز ہو سکتی ہے ۔

یہی حال و حکم اس ملازمت کی دوسرے حصہ کا ہے کیونکہ وہ پہلے حصہ کے مبادی اور وسائل

© rasailojaraid.com

ہے اور حکم جواز و عدم جواز مین اسکا تابع ہے رہا بجای خود تعمیر عمارت و نقشہ کشی وغیرہ کا حکم سو ذیل مین بیان ہوتا ہے۔

پبلک ورکس ڈیپارٹمنٹ کے متعلق جسقدر نوکریان ہین نہرین کہودوانا۔ عمارات کار آمد گورنمنٹ یا عامہ خلائق بنوانا یا انکی حفاظت کرنا۔ نہرون کا پانی زمینداروں کو دینا۔ اسکا معاوضہ انپر لگانا۔ زمینون اور جنگلون کی پیمائش کرنا اس کے نقشہ بنانا۔ تحریر و حساب کا کام کرنا وغیرہ یہ سب **قسم اول و دوم** مین داخل ہین اور بعض کام **نوع دوم** قسم سوم مین۔ ہمارے علم و تحقیق مین ان نوکریون مین دم نقد اور متیقن الوقوع معصیت کوئی نہین ہے جسکی نظر سے وہ نوع اول قسم سوم مین داخل ہوسکین۔

ان نوکریون مین بہی گو ناجائز امور کا پیش آنا ممکن ہے (مثلاً کسیکو ایسے مکان کا نقشہ بنانا پڑے جسکا نقشہ بنانا جائز نہو یا ایسی عمارت بنوانا پیش آوے جو ناجائز ہو) مگر اس کے ساتہہ ہی یہ بہی ممکن ہے کہ اتفاق اُسکی مدت ملازمت مین کبہی نہو **لہذا** اس احتمال سے اصل ملازمت ناجائز و نوع اول قسم سوم مین داخل نہین ہوسکتی۔ ناجائز ہوگا تو خاص کر وہی فعل بد جو ایسے کسی خاص وقت مین سرزد ہوگا

ایجوکیشنل ڈیپارٹمنٹ پوسٹل ڈیپارٹمنٹ ٹیلیگراف ڈیپارٹمنٹ کے متعلق نوکریون کا بہی یہی حال و حکم ہے۔ انہین بہی کوئی دم نقد اور متیقن الوقوع معصیت نظر نہین آتی **لہذا** یہ نوکریان بہی قسم دوم یا نوع دوم قسم سوم مین داخل ہین۔ یہان بہی امکان وقوع معصیت ہو تو اس کے مقابلہ مین امکان عدم وقوع بہی موجود ہے جس سے اصل ملازمت کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

ملازمت تعلیم مین شاید کوئی یہ **اعتراض** کرے کہ اس مین علوم فلسفہ و طبعیات پڑہائے جاتے ہین جن سے مسائل و عقائد اسلام کو مضرت پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ یہی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وجہ ہے کہ ان علوم کو پڑھکر مسلمان طالب علمون کے عقاید خراب ہو جاتے ہین پھر یہ ملازمت نوع اول قسم سوم مین کیون داخل نہین ہے :-

اس اعتراض کا مفصل جواب تو ہم عنقریب مضمون "تعلیم انگریزی" مین دینگے اس مقام مین بالاجمال یہ اکتفا کرتے ہین (چنانچہ پہلے بھی کسیقدر رسالہ نمبر ۶ جلد ۵ کہہ چکے ہین) کہ ان علوم کی تعلیم اب کسی طرح رک نہین سکتی - کیونکہ عام لوگون کی غرض دنیاوی ان علوم کے متعلق ہے - ایک مسلمان ان علوم سے بچیگا تو اوسکا دوسرا بھائی انکو پڑھے گا - مسلمان سبھی ان علوم سے تائب ہو جائینگے تو ہنود وغیرہ پڑھکر اسکو دنیا مین پھیلا دینگے اور ان کے ذریعہ سے مسائل اسلام پر وہ اعتراض جمائینگے جنکو مسلمان اپنی ناواقفی کے سبب اٹھا نہ سکین گے لہذا اس مضرت سے بچنے کی صورت یہ نہین ہے کہ مسلمان ان علوم کو نہ پڑھین اور کبوتر کی مثل (جسپر بلی حملہ کرتی ہے تو وہ آنکھہ بند کر لینے کو اپنی نجات کا موجب سمجھتا ہے) ان سے آنکھہ بند کر لین بلکہ اس مضرت کی بچاؤ کی اسوقت یہی صورت ہے کہ وہ ان علوم سے بخوبی واقف و ماہر ہوکر ان کے غلط مسائل کا ابطال کرین - اور صحیح مسائل کی مسائل اسلام سے تطبیق کرین اس صورت مین ان علوم کی تعلیم و تعلم کیونکر ناجائز - اور نوع اول قسم دوم مین داخل ہو سکتی ہے - مگر اسمین یہ شرط ضروری ہے کہ مسلمان ان علوم کے ساتھہ اپنے قدیمی علوم عقلی و نقلی بھی پڑھین اور ان کے ذریعہ سے اپنے عقاید اسلام کا استحکام کرتے رہین ورنہ ان کے عقائد ضرور خراب ہون گے اور مروجہ علوم ان کو مضرت پہنچائینگے اس احتمال کے ساتھہ بھی ان علوم کی تعلیم مطلقاً ناجائز نہین ہو سکتی - کیونکہ یہ احتمال متعین اور متیقن الوقوع نہین ہے - اسکے مقابلہ مین وہ احتمال بھی موجود ہے جس سے اس تعلیم کا جواز ثابت کیا گیا ہے - یعنی مسلمانون کا ان علوم سے واقف ہو کر بقیہ اسکے رفع کرنا

میڈیکل (ڈاکٹری) تعلیم اور ملازمت مین اکثر پابند مسلمانون کو یہ شبہہ پیدا ہوتا ہے

© rasailojaraid.com

تو ڈاکٹری **علاج** مین شراب کو استعمال کرنا ایک لازمی امر ہے اور ڈاکٹری تعلیم و علاج مین مردون کا چیرنا (جس مین مسلمان کی نعش کا پیش آنا بھی ممکن ہے - اور اس مین مسلمان مردہ کی اہانت متصور ہے جس سے شرع مین ممانعت وارد ہے) بھی لازمی امر ہے، پھر یہ ملازمت کیونکر جائز ہے اس کا بھی مفصل **جواب** تو ہم مضمون تعلیم انگریزی مین دینگے اس مقام مین اس اجمال کو کافی سمجھتے ہین کہ اول تو وہ شراب جسکو ڈاکٹر استعمال کرتے کراتے ہین سبھی اس قسم سے نہین ہوتی جسکو شرع شراب قرار دیتی ہے - شرع مین شراب اوسی پینے کی چیز کو کہتے ہین جو عقل کو ڈھانک لے - ایسی شراب کا قدر کثیر نشہ پیدا کرے تو اسکا ایک گھونٹ بھی حرام ہے (چنانچہ احادیث منقولہ حاشیہ سے ثابت ہے-)

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کل شراب اسکر فہو حرام وعن عمر الخمر ما خامر العقل (بخاری ۱۲۷ صفحہ ۸۳۷) عن جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام (ترمذی)

اور ڈاکٹرون کی استعمال مین بعض شرابین ایسی ہین جنکو کوئی نہین پیتا اور نہ وہ پینے کے لائق ہین وہ صرف ادویات مین ڈالی جاتی ہین (جیسے اسپرٹ) اور بعض ان مین ایسی بھی ہین جو پی جاتی ہین مگر وہ نشہ نہین لاتین اور عقل کو ڈھانک نہین لیتی خواہ کتنی ہی پی جاوین - یہ باتین (جو ہمکو متدین مسلمان ڈاکٹرون سے پہنچی ہین) سچ ہین تو یہ شرابین شرعًا شراب نہین کہلاتین گو یورپ والے ان کو وین (یعنے شراب) کہتے ہین -

اور اگر بعض ادویہ مین بالعض اوقات وہ ہی شراب کو استعمال کرتے کراتے ہین جو شرعًا شراب اور حرام ہے تو یہ امر ملازمت یا معالجہ ڈاکٹری کے لیے لازمی نہین ہے ڈاکٹر مسلمان ہو اور وہ شراب کی استعمال سے پرہیز کرنا چاہے تو یہ امر بھی اس کے لیے ممکن ہے - کیونکہ دواؤن مین ایک دوسری کا بدل موجود ہے - ایسی دوا غالبًا کوئی

یعنے مسلمان اور متدین ڈاکٹرون سے سنا ہے کہ یورپ وین ایسی ہے مگر ہمکو اسکا ذاتی تجربہ نہین ہے - ہمارے احباب ڈاکٹر جنکو اسکا ذاتی تجربہ حاصل ہو اس کی ہمکو اطلاع دین -

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہ ہوگی جس کا بدل دوسری دوا نہو (یہ امر یونانی طب اور یونانی معالجہ سے بہ تجربہ میں آچکا ہے) اس امکان احتراز کے ساتھ کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ ڈاکٹری علاج میں شراب کا استعمال لازمی ہے وبنا علیہ اوسکی تعلیم مطلقاً ناجائز ہے۔
مردہ کو چیرنے میں اس کی اہانت اسوقت متصور ہے جب کہ اوس کے چیرنے میں کوئی نیت نیک نہ ہو اور کوئی ضرورت اوسپر باعث نہ ہو صرف کھیل و تماشا دیکھنا اور مردہ کا ذلیل کرنا پیش نظر ہو۔ نیک نیتی سے بغرض علاج زندہ مسلمان مرد یا عورت کا ہاتھ یا پاؤں کاٹ دینا۔ اور جنبی عورت کی محل ستر کو دیکھنا چھونا منع نہیں ہے[‡] تو بعد موت کیونکر منع ہوسکتا ہے[‡]۔ اگر کوئی غرض محمود (جیسے زہر دینے کا ثبوت یا تشریح کی تعلیم) اسکے متعلق ہو یا ایسی کوئی ضرورت پیش آوے جو بحکم قاعدہ فقہیہ مسلمہ منقولہ حاشیہ ممنوع کو جائز بنا دیتی ہے۔

الضرورات تبیح المحظورات (اشباہ وغیرہ کتب فقہ)

ومعہذا یہان بھی اس امکان کے مقابلہ میں ہم امکان موجود ہے کہ ایک طالب العلم کی مدت تعلیم میں یا ایک ڈاکٹر کی مدت ملازمت میں مسلمان مردہ کی نعش پیش نہ آوے گو یہ امکان بالفعل موجودہ کی نظر سے بعید ہو۔ اس امکان کے ساتھ اصل ملازمت تعلیم کیونکر ناجائز ہوسکتی ہے ناجائز ہوگا تو خاص وہی فعل بفرض الاہانت جو مسلمان نعش سے کیا جائیگا۔ ورگناہ

[‡] صحیح بخاری وغیرہ میں حدیث ہے کہ ایک عورت کے پاس آنحضرت کے مخالف ایک تحریر تھی جو مشرکین مکہ کے پاس وہ لے جارہی تھی حضرت علی نے آنحضرت کے حکم سے اسکا تعاقب کیا اور روضہ خاخ میں جاکر اس کو پکڑکر اسکا مطالبہ کیا تو وہ انکاری ہوگئی حضرت علی نے فرمایا کہ اگر تو وہ تحریر نہ نکالیگی تو ہم تجھے برہنہ کرکے تیری تلاشی لینگے اس ڈر سے جاریہ مشار الیہا نے وہ تحریر نکالدی اس قول مرتضوی سے صاف ثابت ہے کہ بغرض ضرورت کے وقت اجنبی عورت کے محل ستر کو دیکھنا بھی جائز ہے۔ یہ فعل ناجائز ہوتا تو آپ دہمکی کے طور پر بھی اسکا ارادہ ظاہر نہ کرتے۔

[‡] آنحضرت کا یہ ارشاد کہ مردہ کی ہڈی توڑنا ایسا ہے جیسے زندہ کی ہمارے قول کے موید ہے صاف منشاء ہے کہ زندہ ور مردہ کا ایک حکم ہے پس جس نیت سے زندہ کا پیٹ چیرنا ہڈی کاٹ دینا جائز ہے ویسی نیت سے مردہ کا بھی جائز ہے ۱۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوگی تو خاص اس وقت ہوگا جب یہ فعل اس سے سرزد ہوگا -

پولیس کا اصلی فرض عام لوگوں مین امن قائم رکھنا ہے اور چورون اور مفسدون سے انکی حفاظت کرنا جو مستحسن امر ہے اور قسم اول مین داخل ہے اس حفاظت کے طریق مین انکو بعض امور ایسے بھی پیش اتے ہین جو شریعت سے مغایر یا مخالف ہین - ان امور مین وہ مجسٹریٹون سے کم ہین - کیونکہ ان کو کسی مقدمہ کے حکم اور فیصلہ کا اختیار نہین ہے -

ان ڈیپارٹمنٹون کے متعلق اور ان سے خارج اور بہت سی نوکریان اور پیشے ہین جنکا یہی حال اور حکم ہے جو مذکورہ بالا نوکریون کا بیان ہوا -

از انجملہ وکالت یا مختارکاری بعموم الوقوع ہونے کے سبب قابل ذکر ہے جسمین شریعت کے موافق و مخالف دونو طرح عمل ممکن ہے - بلکہ اگر اس مین کوئی شریعت کا اتباع و توافق چاہے تو ملازمت کی نسبت آزادی اور آسانی کے ساتھہ ہوسکتا ہے -

وکیل مسلمان اور خدا ترس ہو تو وہ ایسا کوئی مقدمہ نہ لے جس مین حق کو ناحق کرنا پڑے - حتی الوسع کوشش و تحری کرکے وہی مقدمہ لے جس مین اسکو حق کا غالب ظن ہو - پھر اس حق کی تائید مین جس دلیل یا قانون کو چاہے پیش کرے اور جس طریق کو پسند کرے اختیار کرے - اس امکان کی نظر سے وکالت یا مختارکاری **قسم اول** مین داخل ہے اور خدا ترس متدین مسلمان کے لیے دنیاوی ترقی کا یہ عمدہ اور معزز ذریعہ ہے -

ملازمت کی یہ چند **مثالین** (جنکا حال و حکم بیان ہوا ہے) ہمارے اخوان دین خصوصاً قسم دوم مسلمین کی نظرون مین غالباً تین قسم نظر آئیگی -

قسم اول وہ نوکریان جنمین نہ دم نقد اور بالفعل کسی قسم کی معصیت کا وجود ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور شرآئندہ اسکی یقینی وقوع کا اندیشہ ہو (جیسے شہر سٹرک تار اور فوا کہ کی (ڈکرینا)

اس قسم کی نوکریون کو تو امید ہو ہمارے اخوان دین ہمارے دلائل سابقہ کو پڑہکر جائز وقسم اول اقسام ملازمت مین داخل مان لینگے اور ان کی نسبت عدم جواز کے حکم وخیال کو غلط قرار دینگے ۔ اور ان مین امکان ابعد معصیت کو لائق لحاظ نہ سمجہین گے ۔

امثلہ قسم دوم وہ نوکریان جن مین اگرچہ وہ نقد معصیت کا وجود نہین مگر اس کا قریب الوقوع امکان ہے (جیسے ڈاکٹری جس مین بقیاس واقعات موجودہ امکان معصیت قریب الوقوع ہے)۔

اس قسم **نوکری** کا حکم بھی ہمارے جہان تک ہیں کہ جواز ماننا پڑے گا اگر وہ ہمارے دلائل وبیان سابق کو غور سے پڑہین گے اور ان اصول کو توجہ سے سوچین گے کہ حکم حرمت ملازمت کے لیے اس مین معصیت کا بالیقین واقع ہونا شرط ہے اور عادم معصیت کا امکان (جبکہ یقین نہو) اس یقین کا دافع ومخالف ہے۔ اور بعض اوقات مین (اگرچہ اکثر ہون) معصیت کا واقع ہونا اصل عقد کو باطل و ناجائز قرار نہین دیتا اگر اصل عقد مین وہ معصیت مشروط نہو اور اس سے اسکا تفارق ممکن ہو"

اس مقام مین شائد ہمارے دیندار پرہیزگار اخوان اہل اسلام یہ اعتراض کرینگے کہ جس نوکری مین گناہ کا امکان ہے قریب ہو خواہ بعید وہ حرام نہ سہی مشتبہ تو ہوگی۔ اور شبہات سے بچنا بھی اہل دین کے لیے ضروریات سے ہے جیسا کہ حرام سے۔ **آنحضرت** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جس چیز مین شبہ ہو اس کو چھوڑ دو۔ (دع ما یریبک الی ما لا یریبک (مشکوٰۃ ص ۲۴۲)

اور فرمایا حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے۔ ان دونون مین ایسی

© rasailojaraid.com

عن النعمان بن بشیر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحلال بین والحرام بین وبینهما مشتبهات لا یعلمهن کثیر من الناس فمن اتقی الشبهات استبرأ لدینه وعرضه ومن وقع فی الشبهات وقع فی الحرام کالراعی یرعی حول الحمی یوشک ان یرتع فیه۔

(مشکوٰۃ ص ۲۳۳)

چیزین بھی ہین جن مین حلال و حرام دونون کا شبہ ہے اور ان کو بہت لوگ نہین جانتے۔ جو ایسی چیزون سے بچا اس نے دین اور آبرو کو بچایا اور جو ان مین مبتلا ہوا وہ حرام مین واقع ہوگا اس چرواہے کی مانند جو رکھہ کے اردگرد جانورون کو چراتا ہے وہ قریب ہے کہ ایک دن رکھہ کے بیچ مین جا پڑے۔

لہذا مسلمانون کو یہی مناسب ہے کہ ایسی نوکری نہ کرین جسمین گناہ کا اندیشہ یا امکان بھی ہو (لطیفہ ہی کیون نہ ہو) غریبانہ حرفتون اور کامون پر قناعت کرین یا دنیاوی شغل کچھ بھی نہ کرین مسجدون مین بیٹھکر خدا کی یاد مین لگے رہین یا علم دین کے شغل مین مصروف رہین اور رزق کے لیے خدا پر توکل کرین۔

اسکا جواب یہ ہے کہ اگر ہمارے ان دیندار مسلمان بھائیون کو دنیا مین ایسے اشغال و کاروبار میسر آتے ہون جن مین کسی معصیت کا اندیشہ نہ ہو تو ہم نہایت خوشی بلکہ تمنا دلی سے انکو یہی مصلحت و مشورہ دین گے کہ وہ ان ہی کاروبار و اشغال سے اپنا دنیاوی کام چلائین اور ان ملازمتون کا جن مین معصیت کا امکان و اندیشہ ہو ہرگز قصد نہ کرین۔ مگر جہانتک ہم نظر و فکر کا گھوڑا دوڑاتے ہین ہمکو ایسا میدان اشغال دنیاوی کا کوئی نظر نہین آتا جس مین کسی معصیت کا امکان و اندیشہ نہو پہر ہم کسی اور شغل کو ان نوکریون پر کیونکر ترجیح دین اور ان نوکریون سے احتراز کرین جن سے اہل اسلام کی عزت و ثروت مقصود ہے اکثر اور اشغال کا اجر تو گناہ مین ان نوکریون کے برابر ہین اور موجب ذلت و فلاکت ہونے مین انسے بالاتر

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیونکہ مشورہ دینا اس مقام مین ہم حرفت و تجارت کے چند امثلہ ذکر کرکے یہ دکہانا چاہتے ہین کہ ان مین معصیت کا خوف و اندیشہ نوکریون سے بڑہکر نہین تو کم بہی نہین ہے جو مسلمان **معمارون نجارون لوہارون اور نقلیون** کا کام کرتے ہین وہ کیا مسجدون اور متدین مسلمانون کے مکانون ہی مین لگے رہتے ہین مندرون اور عیسائیون کے ایسے مکانون مین کام نہین کرتے جن مین وہ ناچ کرائین غیر اللہ کی عبادت کرین یا افعال بد کے مرتکب ہون ۔ اور ان کا مین انکو رات دن دم نقد معصیت نصیب نہین ہوتی؟ جو جا بے ارکان جو مسلمان **دہوبی** کپڑے دہوتے یا **درزی** سیتے یا **رنگریز** رنگتے ہین وہ کیا ان ہی متدین مسلمانون کے کپڑے دہوتے یا سیتے یا رنگتے ہین جو ان کپڑون مین عبادت کرین ان سے معصیت کا کام نہ لین نہ ظالمون فاسقون اور بدمعاشون کے کپڑے وہ نہین دہوتے سیتے رنگتے جو پہنکے وہ ظلم اور فسق کا کے کام کرین ۔

جو **مسلمان نائی** کا کام کرتے ہین وہ کیا ان ہی لوگون کی اصلاح بناتے ہین جو سنت و شریعت کے موافق بنواتے ہین ۔ وہ **ڈاڑہی*** **مونڈوانے** اور سر پر **پٹہے** رکہوانے والون کی حجامت وہ نہین بناتے ۔

اسی قسم کے سوالات ہر ایک پیشہ و حرفہ والون (موچی ۔ تیلی ۔ دہنیا ۔ جولاہے) پر ہو سکتے ہین ۔

تجارت جس قسم کی کوئی کرنا چاہے اسمین یہ التزام نہین ہوسکتا کہ جو چیز فروخت ہو وہ ایسے شخص کے ہاتہ ہو جو اس سے معصیت کا کام نہ لے جن چیزون

* ڈاڑہی مونڈانا ایک تو یہ ہے کہ سبہی صفاچٹ کرائین جو فاسقون کا کام ہے ۔ ایک یہ بہی ہے کہ رخسارون ؛ اور لب زیرین کے اوپر سے اور ٹہوڑیون کے نیچے سے مونڈائین جس سے اکثر متدین مسلمان اور خصوصا مولوی صاحبان بہی نہین بچتے ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کوئی فروخت کرے گا انکا گناہ کے کاموں میں اور خاص کر ان کاموں میں جن کے متعلق مذکورہ بالا نوکریوں کو گناہ خیال کیا گیا ہے صرف ہونا ممکن ہے۔ جس سے بائع کا معاون معصیت ہونا ثابت ہوتا ہے۔

اور اگر مسلمانان اہل حرفہ یا تجارت یہ التزام کرلیں کہ وہ کسی شخص کا کوئی ایسا کام نکرینگے جو معصیت ہو۔ معمار یہ قسم کہالے کہ میں کسی غیر متقی کا مکان نہ بناؤنگا درزی یہ عہد کرلے کہ میں بجز نمازی پرہیزگار کے کسیکا کپڑا نہ سیونگا۔ کاتب یہ التزام کرلے کہ میں بجز قرآن وحدیث یا اور دینی مضامین کے کسی مضمون کی کاپی نہ لکھونگا تاجر یہ پیمان لے کہ میں کپڑا ایسے شخص کے ہاتھ جو بے نماز ہو۔ لکڑی۔ چونہ اسکو ہاتھ جو اس سے اپنا مکان بنواوے جس میں وقوع گناہ کا امکان ہو فروخت نکرونگا تو اولاً۔ یہ ایک ایسے امر کا التزام ہے جو عادت اور واقعات دنیا کی نظر سے خارج از امکان ہے۔ دوسرا اگر بطور فرض محال اسکو ممکن بھی فرض کرلیں تو ان کاموں اور چیزوں کا ایسا معاوضہ جس میں آمیزش خبث وحرمت کا احتمال و امکان نہو کا میسر آنا ناممکن ہے دنیا میں جسقدر ناجائز کام اور پیشہ ہوتے ہیں (شراب فروشی۔ زناکاری۔ سود خواری وغیرہ وغیرہ) ان کا معاوضہ تمام ملک کے اموال میں مخلوط ہے۔ اور خاصکر سود (جس سے کوئی دوکان کوئی خزانہ کوئی ساہوکاری یا سرکاری بینک جہاں سے عموماً روپیہ نکلتا ہے خالی نہیں ہے) کی آمیزش سے تو کسیکا مال محفوظ نہیں ہے۔ یہ التزام متدین اہل اسلام کا اس وقت ہوسکتا ہے جبکہ دنیا میں فرشتے آبسیں اور وہ روپیہ بھی آسمان سے لائیں جو عالم بالا کا مضروب ومسکوک ہو اور انہیں سے وہ اپنے معاملات کریں مگر اسمیں یہ مشکل ہے کہ فرشتے ان کاموں کے محتاج نہیں ہیں مسجد میں بیٹھکر گناہوں سے بچنے اور ذکر وعبادت وشغل علمی میں باخوف معصیت مصروف رہنے کا خیال بھی سودائے محال ہے۔ ایسی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایسی امکان و احتمالی بلکہ اس سے بڑھکر یقینی اور دم نقد معصیت وہان موجود ہے جسقدر گناہ (بدگوئی - خود غرضی - حق پوشی - ایمان فروشی) مسجد کے اکثر ملاؤن سے ہوتی ہین وہ فساق اہل دنیا سے بھی نہین ہوتی اور عجب و ریا و تکبر و تفاخر مین تو ان کا کوئی ہمسر نہین ہے - یہ گناہ ان کو اس عہدہ مسجد نشینی مین ضرور کرنے پڑتے ہین اور اگر وہ ان سے بچین تو ان کی شخصیت و مشیخت مین فرق آتا ہے اور عہدہ مسجد نشینی بہی ہاتہہ سے جاتا ہے -

توکل کا تو مسجدون مین نام و نشان نہین ہے اور جسقدر حرص و بے صبری اور زرگار پر امید و اعتماد ان ملاؤن مین ہے دنیا دارون مین کہان ہے تبہ ملتا ہے تو مسجد کا کواڑ کہٹکہٹاتا ہے تو یہ سمجھتے ہین روٹی آئی کوئی اہل دنیا مسجد مین خواہ کسی مطلب کے لیے آئے تو یہی امید رکھتے ہین کہ کچھ ہدیہ یا شکار آیا اور اگر ہم بعض شاذ و نادر اہل مسجد کی نظر و قیاس سے یہ مان لین کہ مسجد نشین سبہی ایسے ہوتے ہین جو اپنی شخصیت و مشیخت نہین چاہتے محض خشیۃ اللہ مسجدون مین خلوت گزین ہین اور اور توکلًا علے اللہ ذکر و شغل علم مین مصروف ہین تو پہر ان حضرات کی قوت لایموت مین وہی احتمال آمیزش خبث موجود ہے - جو کچھ ان کے کہانے پینے مین آتا ہے یہ وہی تو ہے جو ان اشغال دنیاوی علی الخصوص ملازمت سے پیدا ہوتا ہے -

ہمنے بڑے بڑے زہاد و عباد اہل اللہ کو دیکہا اور اب تک دیکہہ رہے ہین جو انہی اہل دنیا خصوصًا اہل ملازمت کا مال کہاتے اور ان ہی اموال سے اپنا گزارہ چلاتے ہین - ان حالات و واقعات کے ساتہہ بہلا انصاف کب اجازت دیتا ہے کہ ہم سلسلہ ملازمت قسم اول و دوم کو صرف اس خیال سے کہ ان مین معصیت کا قریب یا بعید امکان و احتمال ہے مشتبہ قرار دیکر ناجائز کہین اور لوگون کو اس سے اجتناب کا حکم دین اور ان اشغال حرفت و تجارت کو جو احتمال و امکان معصیت مین ان سے بڑہکر ہین مشتبہ نکہین

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہم ناجائز قرار دیتے بایں کہ ان سب اشتغال کو بالا ملازمت ہو خواہ حرفت و تجارت اس کا امکان و احتمال کی نظر سے یکسان ناجائز قرار دیں اور اسپر احادیث توقی شبہات سے استدلال کریں اور پیٹ اپنا گذارہ انکی نوکری اور کسب تجارت و صنعت کی کمائی سے کریں اور اسمیں آیۃ مشمولہ حاشیہ کے خلاف نہ ڈرین

> یایھا الذین امنوا لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون (سورہ صف)

شاید یہاں کوئی صاحب یہہ سوال پیش کرین کہ اس قسم کے شبہات سے بچنے کو تم نے خارج از بحث قرار دیا ہے تو ان احادیث کا مطلب و محمل کیا ہے جن میں مشتبہات سے بچنے کا ان احادیث میں حکم ہے وہ کون سے شبہات ہیں۔

اسکا جواب یہ ہے کہ امور مشتبہ جن سے اجتناب کا ان احادیث میں حکم ہے وہ ہیں جن میں حلت و حرمت دونو کا شبہ ہو اور دونو کے دلائل مساوی موجود ہوں اور کسی جانب حلت یا حرمت کے دلائل کو ترجیح نہ ہو۔ نہ وہ امور جنکی حلت کیلئے دلائل سے ثابت ہو اور حرمت صرف وہمی و امکانی ہو جسپر کوئی دلیل موجود نہیں

عینی نے **شرح بخاری** میں کہا ہے کہ مشتبہ وہ ہے جو دو مختلف جانب یعنی حلت و حرمت سے مشابہت رکھے کبھی اس سے کبھی اُس سے۔

> مشتبہات جمع مشتبہۃ وھی التی تشبہ طرفین متخالفین فتشبہ مرۃ ھذا ومرۃ ھذا (عینی شرح بخاری) وھی لیست بواضحۃ الحل والحرمۃ لا یعرفھا الا العلماء ولا تتبع بانہم شبہۃ حیث لم یتبین لہم ترجیح احد الدلیلین فالورع الاحتیاط (شرح کرمانی)

کرمانی نے شرح بخاری میں کہا ہے جنکی حلت و حرمت واضح نہیں اسکو علما ہی پہچانتے ہیں اور کبھی انکو بھی اسمیں شبہ رہتا ہے جہاں کسی دلیل حرمت یا حلت کو ترجیح نہیں ہوتی اس کو احتیاط کرنا ہی پرہیزگاری ہے

قسطلانی نے شرح بخاری میں کہا ہے کہ مشتبہات کی تفسیر میں

© rasailojaraid.com

وحاصل ما فسر به العلماء ان الشبهات اربعة اشياء احدها تعارض الادلة ثانيها اختلاف العلماء وهي منتزعة من الاول ثالثها ان المراد بها قسم المكروه لانه يجتذبه جانبا الفعل والترك (قسطلانی صحیح جلد ۴)

علماء نے چار چیزوں کو ذکر کیا ہے ایک یہ کہ دلائل کا تعارض ہو دوسری یہ کہ اس میں علماء کا اختلاف ہو تیسری یہ کہ وہ مکروہ ہو جس میں کرنے نہ کرنے دونوں جانب کی کشش ہو چوتھی تفسیر خود مصنف کے نزدیک محل اعتراض تھی اسلیے اسے نقل نہیں کیا۔

امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح میں مشتبہ کی تفسیر میں چار مثالیں ذکر کی ہیں از انجملہ ایک یہ کہ عدی بن حاتم نے آنحضرت سے پوچھا کہ میں بسم اللہ پڑھ کر اپنے کتے کو شکار پر چھوڑتا ہوں پھر اس شکار پر ایک اور کتا بھی پاتا ہوں جس پر میں نے بسم اللہ نہ پڑھی تھی اور میں نہیں جانتا کہ اس شکار کو کس کتے نے پکڑا تھا اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شکار کو تو مت کھا تو نے اپنے کتے کو چھوڑنے کے وقت بسم اللہ پڑھی تھی نہ دوسرے پر۔

عن عدی بن حاتم قلت یا رسول الله ارسل كلبي واسمي فاجد معه على الصيد كلبا آخر لم اسم عليه ولا ادري ايهما اخذ قال لا تاكل انما سميت على كلبك ولم تسم على الآخر (بخاری صفحہ ۲۷۶)

ان شہادتوں سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مشتبہ وہی چیز ہے جس کی حلت اور حرمت پر متعارض دلائل قائم ہوں۔ نہ وہ چیز جس کی حلت بدلائل ثابت ہو اور حرمت پر بجز وہم و گمان و بلا دلیل احتمال و امکان کوئی دلیل نہ ہو۔

احادیث توقی شبہات میں ان ہی با دلیل مشتبہات سے اجتناب کا حکم ہے نہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان وہمیات امکانی سے اجتناب کیا۔

اُسپر ایک روشن و مسلم الثبوت دلیل ایک یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سعادت مہد اور زمانہ نزول وحی میں یہود اور مشرکین عرب کے اموال میں ہر قسم خبث (سود و اموال غصب وغیرہ) کا اسی قسم کا امکان موجود تھا کیونکہ سود خوری رشوت ستانی لوٹ کھسوٹ ان کا شیوہ تھا مگر چونکہ ظاہری دلیل قبض و تسلط سے ہر کسی کا مال اسکا جائز ملک سمجھا جاتا تھا اور کسی خاص چیز کا خبث اوسوقت تک کہ کوئی خاص دلیل اوسپر قائم نہ ہو کہ وہ چوری کا مال ہے یا سود کا عوض ہے معلوم نہ ہوتا تھا لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس امکان کا لحاظ نفرماتے ظاہری دلیل ملک پر اعتماد فرماکر یہود اور مشرکین عرب سے لین دین کرتے۔

صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں سے غلہ

عن عائشة ان النبي صلعم اشترى من يهودي طعاما الى اجل وارتهن منه درعا من حديد (بخاری صفحہ ۳۰۰)

کھانے کو لیا اور اس کے عوض میں اپنی زرہ کو رہن رکھ دیا۔

ایک حدیث میں ذکر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مشرک

ثم جاء رجل مشرك مشعان طويل بغنم يسوقها فقال له النبي صلى الله عليه وسلم بيعا او عطية او قال ام هبة قال لا بل بيع فاشترى منه شاة (بخاری صـ ۲۹۵)

سے بکری خریدی۔ آنحضرت کے اس فعل سے یہ بات بخوبی ثابت ہوتی ہے کہ وہم و امکان سے کسی چیز کا مشتبہ ہونا ثابت نہیں ہوتا اور نہ اس سے اجتناب واجب ہے انہی دلائل کی نظر سے بعض علماء نے کہا ہے کہ جس شخص کے مال میں حلال و حرام دونوں کا اختلاط ہو اسکے گھر سے کھانا منع نہیں ہے جب تک کہ یہ معلوم نہ ہو کہ عین وہ مال جس کو وہ کھاتا

© rasailojaraid.com

ہے حرام ہے۔

قسطلانی نے دوسری حدیث کی شرح میں کہا ہے کہ اس حدیث سے ثابت

فیه جواز بیع الکافر واثبات ملکه
علی ما فی یده وجواز قبول الهدایة
منه واختلف فی مبایعة من غالب
ماله الحرام وحجة من رخص فیه
بقوله صلی الله علیه وسلم للمشرک بیعا
ام هبة وکان الحسن بن ابی الحسن
لا یری باسا ان یاکل الرجل من طعام
العشار والصراف والعامل ویقول قد
احل الله تعالی طعام الیهود والنصاری
وقد اخبر ان الیهود اکالون للسحت
قال الحسن ما لم یعرفوا شیئا بعینه
وقال الشافعی لا احب مبایعة من
اکثر ماله ربا او کسبه من حرام فان
بویع لا یفسخ (قسطلانی ص ۱۱۳)

ہوتا ہے کہ کافر سے بیع و شراء کا معاملہ
جائز ہے۔ ایسے شخص سے جسکا اکثر مال حرام
ہو خرید و فروخت کرنے میں علماء کا
اختلاف ہے جو لوگ جائز سمجھتے ہیں
وہ اس حدیث سے تمسک کرتے ہیں حسن
بن ابی الحسن یہ جائز سمجھتے تھے کہ اگر
عشر لینے والے (یعنی جو لوگوں کے مال
کا دسواں حصہ ظلم سے وصول کرتے
ہیں) اور صراف (یعنی چاندی
سونے کی ناجائز بیع کرنے والے جیسا کہ ہمارے
زمانہ میں عام دستور ہے) اور کار
ذر (یعنی جو لوگوں کا مال جبر سے زیادہ
خراج میں لیتے ہیں جیسا کہ ہمارے زمانہ
کے اکثر ٹھیکیدار اور تحصیلدار اور
نمبردار ہیں کے چودھری اور چونگی کے ملازم وصول کرتے ہیں) کے گھر کا مال بھی کھا
لیں تو کچھ ہرج نہیں کیونکہ خدا تعالی نے یہودیوں اور نصرانیوں کے کھانے وغیرہ کو
حلال کر دیا ہے۔ اور اسکے ساتھ ہی یہ بھی خبر دی ہے کہ وہ لوگ حرام خور ہیں یعنی
رشوتیں لیتے ہیں اور سود کھاتے ہیں۔ حسن نے کہا کہ یہ حکم اس وقت تک ہے کہ کسی خاص
چیز کے حرام ہونے کا علم نہ ہو۔ امام شافعی نے کہا ہے میں ایسے شخص سے جسکا

اکثر مال سود یا اور کسب حرام کا ہو ا معاملہ کو میں پسند نہیں کرتا لیکن اگر کوئی معاملہ کر بھی لے تو وہ فسخ نہیں کیا جائیگا"۔

ہمارے اس زمانہ میں جسقدر معاملات **ہنود یہود اور عیسائی** تاجروں یا گورنمنٹ سے ہوتے ہیں وہ سب مذہب جواز کے رو سے صحیح ہو سکتے ہیں اس سے کوئی احتیاط کرنا چاہے اور امام شافعی علیہ الرحمتہ کے مذہب پر عمل کرنے کی حرص رکھے تو یہ امر نا ممکن کے قریب ہے۔ وہ کون سی ہندو یا **مسلمان یا عیسائی یا یہودی** کی دکان ہے یا کون سا بنک یا خزانہ ہے جس میں بلا واسطہ یا بالواسطہ* سود کی آمیزش نہیں ہے۔ ثابت ہوا کہ مذہب جواز اور اسکے دلائل و متمسکات کے مقابلہ میں کوئی شخص یہ **حدیث** ابوداؤد کی پیش کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زانیہ کی کمائی کے استعمال سے منع کیا ہے جب تک معلوم ہو کہ وہ کہاں سے لائی ہے۔ تو مال مخصوص سے اجتناب واجب نہ ہوتا تو یہ حکم کیوں ہوتا اسکا **جواب** یہ ہے کہ اس حدیث میں ایک ایسی قوم کی کمائی کا حکم بیان ہوا ہے جو غالباً بجز بدکاری کے کوئی اور پیشہ نہیں کرتی اُسکی کمائی سبھی زنا وغیرہ حرام پیشہ کی ہے نہ حرام و حلال سے مخلوط چنانچہ اس زمانہ میں بھی اب یہی دیکھا جاتا ہے کہ کسبیوں کی کمائی صرف زنا یا ناچ کی ہوتی ہے اس کے سوا وہ کوئی کسب نہیں کرتیں بجز اس حالت کے کہ ضعیف ہوں اور زنا کرانے کے لائق نہ ہوں ایسی کمائی سے

عن رافع ھو ابن خدیج قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن کسب الامۃ حتی یعلم من این ھو
(ابوداؤد صفحہ ۱۳۰ جلد ۲)

* بواسطہ آمیزش سود کی بصورت ہر کہ مسلمان خود سود نہیں لیتے عام لوگوں سے معاملہ کرتے ہیں جبکہ روپیہ آمیزش سود سے خالی نہیں ہے۔ اور نہیں تو سرکاری خزانہ یا بنک سے (جو روپیہ کی کان ہے) یہ آمیزش ہو جاتی ہے۔

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

احتناب نہ احتیاط سے تنک تقدری ہے۔ اور شبہ پر عمل نہ کرنا ممکن ہے یہی حکم وحال ہے اون لوگون کی کمائی کا جو چوری کرتے ہین شراب بیچتے ہین مکانات سجانے کا پیشہ کرتے ہین اور بجز ان کامون کے اور کچھ نہیں کرتے جس سے اُنکو کچھ آمدنی ہو۔ ایسی کمائی سے احتناب کا حکم یہود دین وغیرہ کے مال مخلوط سے معاملے کے جواز کا مخالف نہین ہے۔

اس حدیث ابو داؤد کے بھی یہی معنی مشتہر ہوتے کہ صحابہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں جو یہود وغیرہ حربیوں کے ساتھ رہا ہے۔ تعارض و تناقض نہ ہو۔

اس تحقیق و تفصیل سے یہ امر بخوبی ثابت ہوا کہ مسئلہ قسم اول و دوم میں بسیط کا ترتیب یا بیع [illegible] کی لحاظ نہیں ہے اور نہ امکان و احتمال ان اشیاء کو منقسم و ناجائز و لغو۔ اول قسم دوم ملازمت میں داخل نہیں کرتا اور جبکہ اوسکا کرنا [illegible] ہین ذم لعذر اوپر ذمت معصیت کا جو خود ہے لہذا وہ [illegible] از قسم اول و دوم ملازمت میں داخل نہیں ہے۔ ان مسئلہ پر معصیت ہوگی تو خاص اوسی کام میں ہوگی جو معصیت ہے اور خاص اسی وقت جب وہ کام کسی سے سرزد ہوگا۔ اس ایک [illegible] یا [illegible] ناجائز و گناہ نہیں ہو سکتی ہے۔

اب رہین اقسام قسم سوم ملازمت جنمین کہ مصلحت شرعیہ کے مخالف اور موافق دونو شق کے کام کرنے پڑتے ہین مثلاً انکم ٹیکس کے موافق وراثت و ہبہ وطلاق کا حکم بھی جاری کرنا اور سود کی ڈگری بھی دینا۔ اور ارتھی کا ٹیکس خراج بھی وصول کرنا شراب کی آمدنی بھی جمع کرنا) یہ قسم بیشک مشتبہ ہے اور مشتبہ کی تعریف جو اوپر مذکور ہوئی ہے بیشک اسپر صادق آتی ہے۔ اور احادیث توقی شبہات

© rasailojaraid.com

تو فی شبہات بیشک اس قسم سے مانع ہین اور ورع اور تقوی اسی مین ہے کہ اس قسم سے اجتناب کرین مگر یہ سب کچھ (اس قسم کو مشتبہ کہنا اور احادیث مذکورہ بالا کے لحاظ اس قسم کو واجب الاحتراز سمجھنا اور اس سے اجتناب کرنا) ان لوگون کا کام اور انہی کو زیبا ہے جو اس قسم کی یا اس سے بڑہکر اور مشاغل و مکاسب و تعلقات دنیاوی اثر رکھتے ہون اور اگر وہ دنیاوی کام ایسے حسنین کرتے ہین جو اس قسم کے برابر یا ان سے بڑہکر مشتبہات بلکہ محرمات پر مشتمل ہون ۔ یا وہ خود تو ایسے شغل سے مجتنب ہون مگر ایسے اشغال کی کمائی شیر مادر کیطرح غٹ غٹ کرکے نوش جان فرماتے ہون اور خاص اس قسم کی ملازمت والون (تحصیلدارون مجسٹریٹون منصفون) کا سوال پر پرہیز کرتے ہون اور انکی تعلق دنیاوی اور بہت ایسے ہون جنمین وہ رات دن مکروہات و منہیات مین مبتلا ہون تو انکا اس قسم کو مشتبہ کہنا اور تورعاً و تدیناً اس سے پرہیز کرنا ہرگز زیبا نہین ہے ۔ اور اس مثل عربی کا مصداق ہے

فر من المطر و قام تحت المیزاب

جسکا مطلب یہ ہے کہ مینہ سے بہاگا اور پرنالہ کے نیچے کھڑا ہوا ۔ اور ان کو فی ظالمون اور حمقون کے اس فعل و قول کا ہمرنگ ہے کہ انہون نے حضرت سید الشہدا امام حسین علیہ السلام کو تو قتل کیا پہر کسی سے یہ مسئلہ پوچہا کہ محرم کو مچہر مارنے کا کیا حکم ہے ۔

ان حضرات کو ہماری اس تمثیل یا تنقیح مین شاید شک ہوا اور اسوجہ سے انکو ہماری بیان پر طیش اور جوش پیدا ہو ۔ اس شک کو دفع اور اس جوش کو فرو کرنے کی غرض سے ہم اس مقام مین انکے اشغال و حال کی کسیقدر تشریح کرتے اور یہ ثابت کر دکہلاتے ہین کہ اس قسم سوم کے ملازم (تحصیلدار مجسٹریٹ منصف) جو خدا ترس و متدین ہین اور بجز ان گناہون کے جو ان نوکریون سے سرزد ہوتے ہین اور گناہ پر وہ مصر نہین نہین جیسے کہ یہ حضرات ہین) ان حضرات سے بدرجہا بہتر ہین اور انکی نوکریان ان حضرات کے اشغال سے آمیزش گناہ مین کمتر ہین ۔ اب شغال سے ہم ایک ایسے

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شغل کی تفصیل کرتے ہین جو تمام دنیا کے اشغال سے بہتر سمجھا جاتا ہے - اور درحقیقت اس شغل کے مشتغلین کا حال سب سے بدتر ہے - وہ علمی شغل درس و تالیف و ختنا و عظ ہر جو امت محمدیہ سے ایک منتخب اور مقدس گروہ علمار کا شغل ہے -

ہم یہ نہین کہتے علما سبھی برے ہین اور وہ اس شغل مین یکسان برائیون کے مرتکب ہوتے ہین - حاشا وکلا -

علما مین ایسے لوگ بہت ہو چکے اور ابتک موجود ہین - جو ورثۃ الانبیا کہلانے کے مستحق ہین - وہ جب طلب علم مین کسی رستہ چلتے ہین تو ان کے لیے جنت کی طرف راہ آسان کی جاتی ہے - وہ جب کسی مسجد یا مدرسہ مین بیٹھکر علم مین مشتغل ہوتے ہین تو ان پر خدا تعالے کی طرف سے طمانیت و رحمت نازل ہوتی ہے اور فرشتے انکے ارد گرد جگھٹا باندھ لیتے ہین آن کے لیے آسمان و زمین مین سبھی چیزین یہانتک کہ پانی مین مچھلیان خدا تعالے سے بخشش مانگتی ہین - وہ امت محمدیہ مین وہ کام کر رہے ہین جو بنی اسرائیل مین انبیار کرتے تھے وہ نہ ہوتے تو دین کا خاتمہ ہو جاتا - جب کہ نبوت کا خاتمہ ہو گیا تھا - مگر ایسے علما ورثۃ الانبیار کی تعداد متاخر زمانون اور خاص ہمارے اس زمانہ مین اس قلت کو پہونچ گئی ہے کہ ہم انکو ایک ہاتھ کی انگلیون پہ شمار کر سکتے ہین -

مقابلہ مین اکثر وہ لوگ جو علما اور دین کے پیشوا کہلاتے ہین ایسے ہین جنکی برائی کی حدیث ذیل مین پیشین گوئی ہو چکی ہے - (۱) جنکا سب سے پہلے قیامت کے دن مقدمہ پیش ہوگا ان مین ایک شخص

قال رسول اللہ صلعم اول الناس مایقضے علیہ یوم القیمۃ رجل +	مقدمہ پیش ہوگا ان مین ایک شخص
ورجل تعلم العلم وعلمہ وقرأ القرآن فاتی	یہی ہوگا جس نے علم پڑھا ورپڑھایا اور
بہ فعرفہ نعمہ فعرفہا قال فما عملت فیہا	قرآن پڑھا اسکو خدا تعالے اپنا احسان
قال تعلمت العلم وعلمتہ وقرأت فیک القرآن	جتا کر پوچھے گا کہ تونے اسکے شکریہ مین)

یہ یہ احادیث یازدہ گانہ مشکوۃ مین بھی منقول ہین بصفحہ (۲۵) ۲ لغایت (۳۱)

© rasailojaraid.com

قال كذبت ولكنك تعلمت العلم ليقال انك عالم وقرأت القرآن ليقال هو قارئ فقد قيل ثم امر به فسحب على وجهه حتى القي في النار * * * * (رواه مسلم)

کیا کام کیا وہ کہیگا مین نے علم پڑہا اور پڑہایا اور تیری راہ مین قرآن پڑہا خدا تعالی اوسپر یہ حکم لگائیگا کہ یہہ تو نے جہوٹ کہا ہے تو نے علم اسلیے پڑہا اور پڑہایا تہا کہ لوگ تجہے مولوی صاحب کہین قرآن اس لیے پڑہا ہے کہ لوگ قاری صاحب کہین سو دنیا مین کہہ گیا (یعنے تو نے اسکام کا بدلا پا لیا) پہر حکم ہوگا تو اسکو مونہہ کے بل گہسیٹ کر آگ مین ڈال دیا جائیگا۔

عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله لا يقبض العلم انتزاعا ينتزعه من العباد ولكن يقبض العلم بقبض العلماء حتى اذا لم يبق عالما اتخذ الناس رؤسا جهالا فسئلوا فافتوا بغير علم فضلوا واضلوا

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خدا تعالی (قیامت کے قریب) علم کو اس طرح قبض کرے گا کہ علما کی جان نکال لے گا یہان تک کہ جب کسی عالم کو نہ چہوڑے گا تو لوگ جاہلون کو اپنا سردار (پیشوا) بنا لین گے پہر ان ہی جاہلون سے وہ لوگ مسائل پوچہینگے تو وہ بے علمی سے فتوی دین گے۔ خود گمراہ ہون گے اور لوگون کو گمراہ کرین گے۔

عن كعب بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من طلب العلم ليجاري به العلماء وليماري به السفهاء او يصرف به وجوه الناس اليه ادخله الله النار

۳ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص علم اس نیت سے پڑہے کہ وہ دوسرے علما کا مقابلہ کرے یا جاہلون سے جہگڑا کرے یا لوگون کے مونہہ اپنی طرف پہیرے یعنے متوجہ کرے تو اسکو خدا تعالی آگ مین ڈالیگا

عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من تعلم علما مما يبتغى به وجه الله لا يتعلمه

۴ اور فرمایا جو شخص ایسا علم جس سے خدا کی رضا اور ثواب

© rasailojaraid.com

الا لیصیب به عرضا من الدنیا لم یجد
عرف الجنة یوم القیمة یعنی ریحها
رواه احمد عن ابن عباس قال
قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من
قال فی القرآن برایه فلیتبوء مقعده
من النار عن عوف بن مالك
الاشجعی قال قال رسول الله صلی الله
علیه وسلم لا یقص الا امیر او مامور
او مختال رواه ابو داؤد عن
ابی هریرة قال قال رسول الله صلی
الله علیه وسلم من افتی بغیر علم کان
اثمه علی من افتاه ومن اشار علی
اخیه بامر یعلم ان الرشد فی غیره
فقد خانه رواه ابو داود عن
الاحوص قال سال رجل النبی صلی الله علیه
وسلم عن الشر قال لا تسئلونی عن الشر وسلونی
عن الخیر یقولها ثلثا ثم قال الا ان شر الشر
شرار العلماء وان خیر الخیر خیار العلماء
رواه الدارمی عن علی قال قال رسول
الله صلی الله علیه وسلم یوشك ان یاتی
علی الناس زمان لا یبقی من الاسلام الا اسمه

حاصل کیا جاتا ہے صرف اس غرض سے پڑھے
کہ وہ اس سے دنیا کماوے وہ بہشت کی
خوشبو نہ پائیگا اور آنحضرت صلعم نے فرمایا
ہے جو شخص قرآن میں اپنی رائے سے
(یعنی جو دلائل شرعیہ سے مستند نہ ہو) کچھ
کہے وہ اپنا ٹھکانا آگ میں بنالے اور آنحضرت صلعم
نے فرمایا ہے وعظ یا تو وہ شخص کہتا ہے جو
کسی قوم کا امیر (یعنے سردار و پیشوا) ہوتا ہے
اور وہ جسکو کوئی (امیر یا قوم) مامور کرے یا
وہ جو ریاکار ہو (یعنے جو شخص نہ تو خود امیر
اور نہ مامور اور پھر وعظ کہے تو وہ ریاکار
اور متکبر ہے جو اپنی مشیخت جتانا چاہتا ہے)
اور آپ نے فرمایا جسکو کوئی بے علم فتوی دے
اسکا گناہ فتوے دینیوالے پر ہے اور جو اپنے
بھائی کو ایسی بات کا مشورہ دے جس کے
اخلاف میں اوسکی بہتری سمجھے وہ خائن ہے
اور فرمایا ہے سب بروں سے بدتر برے
علما ہیں۔ اور سب اچھوں سے اچھے اچھے
علماء۔ اور آپ نے فرمایا ہے لوگوں پر
ایسا زمانہ قریب آنیوالا ہے کہ اس میں اسلام
سے بجز نام باقی نہ رہیگا اور نہ قرآن سے بجز حروف

© rasailojaraid.com

ولا یبقی من القرآن الا رسمه مساجدهم
عامرة وهي خراب من الهدى علماؤهم
شر من تحت اديم السماء من عندهم تخرج
الفتنة وفيهم تعود (رواه البيهقي)
عن زياد بن لبيد قال ذكر
النبي صلى الله عليه وسلم شيئا فقال
ذاك عند اوان ذهاب العلم قلت يا
رسول الله وكيف يذهب العلم ونحن
نقرأ القرآن ونقرئه ابناءنا ويقرئه
ابناؤنا ابناءهم الى يوم القيمة فقال
ثكلتك امك زياد ان كنت لاراك
من افقه رجل بالمدينة اوليس هذه اليهود
والنصارى يقرؤن التورية والانجيل
لا يعملون بشيء مما فيهما (رواه احمد)
عن سفيان ان عمر بن الخطاب قال
لكعب من ارباب العلم قال الذين يعملون
بما يعلمون قال فما اخرج العلم من قلوب
العلماء قال الطمع (رواه الدارمي)
عن زياد بن حدير قال قال لي عمر هل
تعرف ما يهدم الاسلام قال قلت لا قال
يهدمه زلة العالم وجدال المنافق بالكتاب

انکی مسجدیں آباد ہونگی (یعنے فرشوں
جھاڑوں اور لیمپوں سے) اور وہ ہدایت سے اجاڑ
ہونگی۔ انکے علما تمام لوگوں سے جو زیر آسمان
ہیں بدتر ہونگے ان ہی سے فتنے
فساد اٹھینگے اور انہیں میں پھر جا پڑینگے
انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ
کسی امر کا ذکر کیا تو فرمایا کہ یہ اسوقت
ہوگا جب علم اٹھ جاویگا۔ زیاد بن لبید
نے عرض کیا کہ یارسول اللہ علم کیونکر
اٹھ جاویگا جب ہم اپنے لڑکوں
کو قرآن پڑھا رہے ہونگے اور وہ اپنے
لڑکوں کو اسیطرح قیامت تک سلسلہ
جاری رہیگا آپنے فرمایا کہ کیا یہود
ونصاری توریت و انجیل نہیں پڑھتے
مگر وہ ان پر عمل نہیں کرتے تو گویا یہ علم ان
میں سے اٹھ گیا۔ حضرت عمر
فاروق نے کعب احبار سے پوچھا اہل العلم
کون لوگ ہیں۔ انہوں نے فرمایا وہ لوگ
ہیں جو اپنے علم پر عمل کرتے ہیں فرمایا
علما کے دل سے علم کو کون چیز نکالتی
ہے انہوں نے کہا طمع اور اپنے

© rasailojaraid.com

وحکم الائمۃ المضلین (رواہ الدارمی)
کلہا فی مشکوٰۃ صفحہ ۲۵ الے ۳۰)

زیاد بن حدیر کو فرمایا کہ کیا تو جانتا ہے ۔ اسلام کو کونسی چیز ڈہاتی ہے ۔ انہون نے کہا مین نہین جانتا ۔ پہر آپنے فرمایا عالم کا پہسل جانا اور منافقون کا کتاب اللہ مین جہگڑنا ۔ اور گمراہ پیشواون کا حکم ۔ یہ آفات جنکا احادیث مذکورہ بالا مین ذکر ہے (ریاکاری ۔ بے علمی کے ساتہہ فتوی دہی ۔ مفاخرت وجاہ طلبی طمع مال دین فروشی ۔ خودرائی ۔ خیال نام آوری ۔ فتنہ پردازی ۔ ترک عمل وغیرہ ۔) اس وقت سب کی سب ان حضرات مین موجود ہین ۔ اوران کی تدریس و تالیف و عظ و افتاء ۔ ان آفات سے خالی نہین ہین جو لوگ پڑہانے کا شغل رکہتے ہین وہ شب و روز تفاخر و تعلی مین بسر کررہے ہین ۔ یہہ کہنا ان کا سب سے پہلا فرض ہے کہ فلان شخص کیا جانتا ہے اور اسکو آتا ہی کیا ہے ۔ اسنے کچہہ نہین پڑہا اور ہمنے اسقدر پڑہا ہے اور فلان فلان شخص کو فارغ التحصیل کردیا ۔ اسکی یہ غلطی پکڑی اوسنے ہمارے سامنے کتاب کہولی ۔ وعلی ہذا القیاس ۔

جو لوگ تالیف مین مصروف ہین وہ یہ تعلی و تفاخر بذریعہ تحریر کرتے ہین ۔ اور اپنے مخالفون کی تحقیر و تذلیل مین اس حد تک پہنچ گئے ہین کہ عام بازاریون کیطرح اسکو مغلظات فحش سے یاد کرتے ہین ۔ ہم بڑے بڑے مستند اور مقدس کہلانیوالون کی کتابون مین کلمات فحش لکہے ہوئے دیکہہ رہے ہین ۔ اور آیہ سخت متعجب ہین ۔ اپنی تالیف مین مخالفین مذہب (اصولی ہون خواہ فروعی) اسکیطرف متوجہ ہوتے ہین تو اوس مین وہ مخالف کے اکابر مذہب کو گالیان دیتے ہین اور اسکے مقابلہ مین اپنے اکابر مذہب کے حق مین گالیان سنتے ہین ۔ اور اس باب مین اپنے مذہب کی اس ہدایت کا کہ تم لوگون کے خیالی معبودون کو گالی مت دو وہ تمہارے

لاتسبوا الذین یدعون من دون اللہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(ويتبعوا اللہ عدوا بغير علم (سورة انعام ع ۱۳)) حقیقی معبود کو گالیان دین گے کچھ پروا نہین کرتے۔

اس مرض مین وہ لوگ بھی مبتلا ہین جو بنی اسرائیل مین روحانی کہلاتے ہین۔

اس تالیف مین ایک **علامت** قیامت یہ بھی برپا ہو رہی ہے کہ جو لوگ صرف کا ایک حرف نہین پڑھے **نحو** کا ایک مسئلہ کسی کی زبان سے بھی نہین سنے۔ عربی کلام کا ایک جملہ اگر اوسپر زیر زبر نہ لکھی ہون صحیح نہین پڑھ سکتے وہ صرف اردو مترجم کتب حدیث یا اردو منہ مین علماء دیکھکر رسائل دین مین کتابین تالیف کرتے ہین۔ اور ان مین نہ صرف ترجمہ حدیث و کلام علماء کی نقل پر اکتفا کرتے ہین۔ بلکہ اپنی طرف سے راے زنی بھی کرتے ہین۔

اور اس علامت قیامت پر قیامت یہ نازل ہو رہی ہے کہ ان تالیفات کو وہ لوگ بھی پسند کرتے ہین جو علماء کہلاتے ہین۔ ہر چند ان کی غلطیون پر مطلع نہین ہوتے مطلع ہوتے ہین تو ان کا اظہار نہین کرتے اور بحکم **ع** من ترا حاجی بگویم تو مرا۔ ایک دوسرے کی تائید و توصیف کرتے رہتے ہین۔

اگر کوئی حق گو انصاف پژوہ ان اغلاط پر لوگون کو مطلع کرتا ہے تو مولفین بعلم اس کے دشمن بن جاتے ہین اور وہ نام کے علماء انکے حامی۔

فتوی دینے والون کا بھی یہی حال ہے اور پیشینگوئی نبوی جسکا حدیث نمبر ۲ مین ذکر ہے) پوری صادق آرہی ہے۔ علماء حقانی زیر زمین جا بسے ہین۔ اور جو ہین اون کو پوچھنے والے کم ہین۔ اکثر جاہ بہت انہی جہلا کا فتوی چلتا ہے۔

بعضے پڑھے لکھے مفتیون کا اس فتوے دینے مین یہ حال ہے کہ وہ تھوڑے سے طمع دنیاوی کے سبب ایک ہی دفعہ مین ایک ہی صورت پر دو شخصون کو مختلف فتوے دیتے ہین۔ چنانچہ اس قسم کے فتوے عہد الشمس مین موجود ہین۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جو وعظ کہنے والے ہیں تو ان سب سے بڑہکر تباہ حال ہے جو لوگ روٹی کمانے کا کچہہ کام نہین جانتے وہ دو چار فارسی بلکہ اردو بلکہ پنجابی زبان کے رسائل دیکہہ کر وعظ شروع کر دیتے ہین اور جو دو چار صرف ونحو کے رسالے یا قرآن کا ترجمہ پڑہا ہو وہ تو ملک الواعظین کہلاتا ہے ۔

پہر لوگ اس بے بضاعتی یا کم علمی کے ساتہہ صرف اپنی دیکہی یا سُنی باتون پر (جو اردو ترجمہ قرآن یا کلام علما مین دیکہی یا سنی ہون) اکتفا کرین تو انپر افسوس وتعجب نہو رونا تو اسپر ہے کہ ایک بات تو وہ دیکہی یا سنی ہوئی کہتے ہین اور اسپر بیسیون باتین اپنے اجتہاد سے کہدیتے ہین ۔

اور بعض حضرات یہ غضب کرتے ہین کہ شروع وعظ مین قرآن شریف کی ایک آیت پڑہ لیتے ہین پہر اسکو چہوڑ کر خدا جانے کدہر چلے جاتے ہین جدہر اس آیت کا رخ یا تعلق نہین ہوتا ۔

ایک صاحب کسی آیۃ کے (جسمین وہابی کا زمیرح ذکر ہو نہ ایما یا اشارہ) ذیل مین وہابیون کا ذکر چہیڑ کر انپر یہ حکم لگاتے ہین کہ یہ شفاعت سے منکر ہین اولیاء اللہ سے کافر انسے جہاد کرنا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے ۔

ان کے مقابلہ مین دوسرے صاحب ایک اور آیت (جس مین نہ تقلید کی بحث ہو نہ ترک تقلید کا ذکر یا اشارہ) پڑہ کر مقلدین کا ذکر لے بیٹہتے ہین اور انپر یہ حکم لگاتے ہین کہ مقلدین سب کافر ہین جو بڑے ہین وہ بڑے کافر ہین اور چہوٹے چہوٹے ان دونون کو مسجد مین کہڑا کر کے طلاق قسم دیکر پوچہین کہ ان آیات کو وہابی یا بدعتی یا مقلد سے کوئی تعلق ہے ۔ تو امید ہے کہ وہ انسے صاف انکار کرینگے یہ کام تو وہ ہین جسکو وہ فرض منصبی سمجہتے ہین اور جو کام وہ ان وعظون کے ذریعہ سے ناجائز اور اپنے فرض منصبی کے مخالف کرتے ان کی تفصیل ہم اس مقام مین نہین

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہین کرسکتے اس تفصیل کی جگہہ اس اجمال پر اکتفا کرتے ہین **شعر**

واعظان کین جلوہ گر محراب منبر میشوند ÷ چون بخلوت میروند آن کار دیگر میکنند ÷

ان ہی **واعظون** **مفتیون** مدرسون اور **مؤلفون** کیطرف اس شعر مین اشارہ ہوا ہے **شعر**

حافظا می خور و رندی کن و خوش باش ولی ÷ دام تزویر مکن چون دگران قرآن را -

اور **ان ہی** کی حرکات مذکورہ بالا کی نسبت ہمنے **تحصیلداری** و **مجسٹریٹی** کو (جس مین کبھی امتحان شراب کی خدمت سپرد ہوتی ہے) - اور **منصفی** کو (جس مین کبھی سود کی ڈگری کرنی پڑتی ہے) بہتر کہا ہے اور ان حضرات کو تحصیلدارون منصفون سے بدتر قرار دیا ہے -

اس کمی و بیشی پر **دلیل** یہ ہے کہ خدا ترس متدین تحصیلدار و منصف تو جب خلاف شریعت کرتے ہین اسپر سخت نادم و متاسف ہوتے ہین اور معہذا اس خلاف کا ضرر و اثر ان کی ذات پر ہوتا ہے اور یہ مقدس حضرات جو **گناہ** کرتے ہین اسکو دین سمجھتے ہین اور اسپر بڑے فخر سے مصر رہتے ہین اور اسکا اثر تمام لوگون پر پڑتا ہے جو ان حضرات کی پیرو ہین -

یہ ایک **شغل** دنیاوی اور اسکے مشتغلین کا حال بیان ہوا ہے ایسا ہی دوسرے اشغال دنیاوی حرفت و تجارت اور ان کے مشتغلین کا حال سمجھنا چاہیے ان اشغال مین بھی اکثر لوگ **ممنوعات** و **مکروہات** سے نہین بچتے خیانت کرنے اور جھوٹ بولنے کو تو وہ ایک فرض منصبی سمجھ رہے ہین حتے کہ یہ باتین بطور ضرب المثل ان مین دائر و سائر ہین کہ **کسب کا چور سب کوئی ہے** اور **جھوٹ بولنے کے بغیر دنیا یا دکان کا کام نہین چلتا**"

یہ دنیاوی کسبون اور کمائی کے ذریعون کا حال ہے اور اگر ہم دوسرے تعلقات

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دنیاوی (نکاح ۔ تربیت اولاد ۔ وغیرہ) کی طرف خیال کرتے ہین تو ان مین بہی ہم
اکثر لوگون کو اسی قسم کے محرمات و ممنوعات کا مرتکب دیکھتے ہین ۔ بیوی ۔ میان
کی نافرمانی کرتی ہے ۔ وہ اسکی حق تلفی ۔ والدین اولاد کے سبب صدہا گناہون
اور بدرسمون کے (موقع تولد ۔ وغیرہ ۔ شادی و غمی پر) مرتکب ہوتے ہین وہ
انکی نافرمانی و سرکشی کے ۔ ان امور کی تفصیل کی نہ ضرورت ہے ۔ نہ گنجایش مقام
ان اشغال و تعلقات کے لوگون کو سب زیادہ مناسب ہے کہ محبٹریٹی و منصفی
وغیرہ ہشت ۔ قسم سوم کو صرف بعض امور خلاف شریعت پیش آنے کے سبب
مشتبہ و مکروہ کہین اور اس سے پرہیز کرین یا ایسے لوگون کو پرہیز کا حکم دین ۔ یہ منصب
ہے تو صرف ان لوگون کا ہے جو متقی و پرہیزگار ہون ۔ نہ خود اس قسم کے اشغال
رکہتے ہون اور نہ ان اشغال کے لوگون کی کمائی کہاتے ہون ۔ اب ہمارے
اخوان دین خود عذر و انصاف سے دیکہہ کر کہین کہ ایسے لوگ دنیا مین کس قدر ہین
اور یہ دعوی کس کس مونہہ سے نکلنا مناسب ہے ۔ **شیطان** اول تو تمام
بنی آدم کا دشمن ہے اور مسلمانون کے حال پر تو آجکل اس کی خاص نظر عنایت
ہے نیکیون کے لباس مین آنا بہی اسکا کام ہے جیسا کہ بدیون کیطرف بلانا ۔ وہ
نیک بخت و دیندار (مگر ناواقف یا کم علم) مسلمانون کو نیکیون کی دام مین پہنساتا
اور اس طرح بہکاتا ہے کہ تحصیلداری یا منصفی مین کبہی نہ کبہی خدا تعالے کے حکم
کا خلاف کرنا پڑے گا جسکو خدا نے کفر و ظلم و فسق کہا ہے ۔ یہ نوکری ہرگز نہ کرنا
مسجد مین بیٹہکر خدا کی یاد یا شغل علمی مین لگے رہنا یا کوئی دنیاوی غریبانہ کام جوتی
سینے یا کپڑا بننے کا کرنا ۔ اور یہ مسجد مین بیجا کر وہ ان سے اسقدر حکم خدا کا خلاف
کراتا ہے کہ تحصیلدارون منصفون سے اسکا عشر عشیر نہین ہوتا اور موچی جولاہا
بنا کر چوری کرنا جہوٹ بولنا سکہاتا ہے اور علاوہ بر ان وہ بیشمار گناہ کراتا ہے جو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جو فلاکت و افلاس کو لازم ہین اور یہ بہولے بہالے مسلمان اسکو اس فریب شداد کو سمجہ نہین سکتے۔

اس معارضانہ بیان پر شاید اب یہ آخری دو اعتراض وارد ہون۔ **اول** یہ کہ یہ مضمون ملازمت **قسم دوم** مسلمانون کے لیے لکہا گیا ہے (جنکو پابند احکام اسلام تسلیم کیا گیا ہے) مسلمانان **قسم اول** سے (جو پابند نہین ہین) تو اسمین خطاب ہی نہین پہر ان پابندون کے مقابلہ (معارضہ) مین یہ کہنا کہ تمہارے دنیاوی اشتغال و تعلقات مین ایسے گناہ ہوتے ہین جو تحصیلداری وغیرہ کے گناہون کے برابر یا بڑہکر ہین۔ کیونکر صحیح ہے۔

اعتراض دوم ان اشغال و تعلقات دنیاوی مین جنکو تمنے آمیزش گناہ مین تحصیلداری و منصفی کے برابر یا بڑہکر کہا ہے **ایک فرق** تو یہ ہے کہ ان کامون مین اگر کوئی چاہے تو گناہ سے بچنا ممکن اور اسکا اختیاری امر ہے چنانچہ بعض اشخاص کا بچا رہنا تمنے بہی مان لیا ہے بخلاف **تحصیلداری و مجسٹریٹی** کے کہ ان مین **شریعت** کے خلاف سے بچنا ممکن ہی نہین اور تحصیلدار کو قانون کے خلاف کا اختیار ہی نہین ہے **دوسرا فرق** یہ کہ ان اشغال و تعلقات کے گناہون کا شریعت مین کفارہ بہی آچکا ہے۔

تجارت مین جو لغو اور جہوٹ بولا جاتا ہے اسکا کفارہ صدقہ ہے چنانچہ

عن قیس بن غرزہ قال قال رسول اللہ صلعم یا معشر التجار ان البیع یحضرہ اللغو والحلف فشوبوہ بالصدقۃ (ابوداؤد وغیرہ) **عن** النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فتنۃ الرجل فی اہلہ ومالہ وولدہ وجارہ تکفرہا الصلوۃ والصوم و	ابوداؤد کی حدیث مین آیا ہے **خانہ داری** کے مکروہات و گناہون کا کفارہ نماز و صدقہ اور اچہی باتون کا لوگون کو حکم دینا ہے بری باتون سے روکنا چنانچہ بخاری کی حدیث مین آیا ہے۔

© rasailojaraid.com

عن ابن مسعود ان رجلا اصاب من امرأة قبلة فاتى النبي صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرہ فانزل اللہ تعالیٰ اقم الصلوۃ طرفی النہار وزلفا من اللیل ان الحسنات یذھبن السیئات فقال الرجل الی ھذا قال لجمیع امتی کلھم
بخاری ص ۷۵

یعنی شغل کے گناہوں کا کفارہ نماز وغیرہ حسنات ہیں جنکا کفارہ ہونا نص خداوندی منقول حاشیہ میں اور بخاری کی حدیث میں موجود ہے جسمیں یہ ذکر ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت کا بوسہ لے لیا اس قصور کا اعتراف آنحضرتؐ کے پاس کیا تو یہ قول خداوندی نازل ہوا۔

یہ کفارہ مجسٹریٹوں و منصفوں کے گناہوں کے لیے کہاں آیا ہے۔

ان اعتراضوں کے جواب

پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اکثر وہی مسلمان جو نماز و روزے کے پابند ہیں اور سود و رشوت و شراب خواری وغیرہ محرمات سے مجتنب ہیں کسب و تجارت وغیرہ دنیاوی اشغال میں ان مکروہات و ممنوعات کے مرتکب ہیں۔ اور معہذا انکو پابند شریعت اور دیدہ دانستہ اسکا خلاف نہ کرنے کا دعوی ہے جسکی نظر سے انکو پابند تسلیم کیا ہے؟ لہذا اس معارضہ سے الزام کے لائق وہی لوگ ہیں۔ زانی و شراب خوار کو کون کہتا ہے کہ تمہاری بیع میں یہ مکروہات واقع ہوتے ہیں اور تمہاری سب بیع میں یہ گناہ۔

دوسرے اعتراض کا جواب اگر مسلمانوں کی موجودہ حالت کو دیکھا جاتا ہے تو انکی تعلقات و اشغال دنیاوی میں گناہوں کو بچنا صرف عقلاً ممکن ہے عملاً و عادۃً تو وہ محال نظر آتا ہے اور یہ امکان عقلی منصفوں اور مجسٹریٹوں کی نوکریوں میں بھی موجود ہے۔ ممکن ہے کہ مسلمان منصف سود کی ڈگری نہ دے جب کبھی سود کا مقدمہ پیش آوے وہ مقدمہ میں مدعی و مدعا علیہ میں کسی بالمقطع رقم پر بلا حساب سود مصالحت کرا دے تحصیلدار کے لیے ممکن ہے کہ شراب کی آمدنی وہ خود وصول اور جمع کرے اسکا کوئی نائب غیر مسلم

© rasailojaraid.com

اپنے اس اختیار سے جو گورنمنٹ کی طرف سے اسکو حاصل ہے خود ہی یہ کام کرلے
مجسٹریٹ مسلمان کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ شراب کے امتحان پر مامور نہ ہو یہ خدمت
کسی دوسرے کے سپرد ہو جیسا کہ پنجاب میں دستور ہے وعلی ہذا القیاس ۔
یہ امکان **عقلی** بعض اشخاص میں **عملی** طور پر بھی پایا گیا ہے ۔ **ایک** مسلمان
منصف کا حال ہمنے سنا ہے کہ اس نے تمام مدت ملازمت میں کبھی سود کی ڈگری نہیں
دی اس بیان سے فرق اول دور ہوا ۔ **دوسرا فرق** محض غلط ہے ۔ اور صدقات
وغیرہ حسنات جیسے کہ تجارت، زراعت، اور شغل علمی کے لیے کفارہ ہیں ۔ ویسے ہی منصفی
ومجسٹریٹی ۔ تحصیلداری کے گناہوں کا کفارہ ہو سکتی ہیں ۔ اور قول خداوندی جو
منقول ہوا اپنے عموم کے سبب ان لوگوں کے حق میں بھی شامل ہے نہیں کسی کو مجال انکار
نہیں ہے ۔

کیا ایک تاجر کے جھوٹ بولنے اور ایک مولوی صاحب کے ریا کرنے ۔ اور ایک واعظ کے
خاص اثناء وعظ میں بے پردہ عورت کو گھورنے کا نماز وروزہ وصدقہ کفارہ ہوگا
اور ایک خدا ترس اور متدین **منصف و ڈپٹی کلکٹر اسسٹنٹ کمشنر کے یا**
مجسٹریٹ کو اس گناہ کے کہ انہوں نے کسی مقدمہ میں شریعت کا خلاف کیا انکا صدقہ جو
خیرات خود مولوی صاحبان کی نسبت تجویز کرتے ہیں یا نماز وروزہ کفارہ نہوگا ۔
منصفوں اور مجسٹریٹوں کا کفارہ قریب یہ عمل بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے فیصلجات میں
زیادہ تر شریعت کا اتباع ملحوظ رکھیں ۔ اور لوگوں کو انکا حق پہنچا دیں اور ان کا جو
تخلیہ جو خلاف شریعت اور حق تلفی مخلوق سے متصور ہے کم ہو ۔ اس کفارہ کا ذکر

قال صلعم من طلب قضاء المسلمین حتی یناله ثم غلب عدله جوره فله الجنة ومن غلب جوره عدله

* ڈپٹی فیض الحسن صاحب کا حال ہمنے سنا ہے کہ جو دو سو یا ہزار روپیہ ماہوار ان کو آتا تھا وہ سب ہی غریبوں بیواؤں نادار یتیموں میں صرف کیا جاتا تھا ۔ باوجود اسکے مولوی صاحب ان گناہوں پر زار زار روتے تھے ۔

© rasailojaraid.com

فتح المنان (ابوداؤد) صفحہ ۱۴ جلد ۲ | ابوداؤد کی حدیث منقولہ حاشیہ میں موجود

ہے۔ اور یہ کفارہ ان کے لیے ان کفارات صوم صلوٰۃ وغیرہ حسنات (سے جنمیں وہ اور لوگوں کے شریک ہیں) علاوہ احسان وانعام خداوندی ہے، **ان جوابات** کو ہمارے دیندار بھائی انصاف سے پڑھینگے۔ تو امید ہے کہ ان اعتراضات کو واپس لے لینگے۔ اور اپنے اکثر اشغال وتعلقات دنیاوی کو جنمیں جمہور مدعیان دینداری اور پرہیزگاری مشغول ہیں۔ اس قسم کی نوکریوں پر ترجیح نہ دینگے اور ان میں اور ان میں کچھ فرق نہ کرینگے۔

باالجملہ اشد قسم سوم ملازمت مشتبہ ہیں۔ اور انکا حکم کراہت ہے۔ متقی پرہیزگار جو ان قسم کے دوسرے مکروہات سے محترز ہیں ان سے مجتنب رہیں۔ اور جو ان سے بڑھکر منکرات میں مستغرق ومنہمک ہیں **مع ذلک** افلاس وفلاکت سے ذلیل ہو رہے ہیں وہ ان ذلیل مکروہات کی جگہ ان ملازمتوں کو اختیار کریں اور اُنکے ساتھ عدل انصاف وتدین خداترسی کو اپنا شعار بنادیں اور ان نوکریوں کے ذریعے جو ثروت اور شوکت حاصل ہو اس سے زاد آخرت مہیا کریں تو یہ ہم ان کے حق میں بہتر ہے۔ اور اشد قسم اول ودوم تو مشتبہ بھی نہیں چہ جا کہ حرام ہوں۔

اب ہم اس مضمون کو ختم کرتے ہیں اور قسم دوم اہل اسلام سے امید رکھتے ہیں کہ وہ اس مضمون کو پڑھکر نوکریوں کی نسبت مطلق عدم جواز کے خیال کو بدل دیں ... اپنی دنیاوی حالت کی ترقی واصلاح کرینگے۔ اور ان نوکریوں اور نیز اور اسباب کی تحصیل میں سرگرمی کے ساتھ ساعی ہوں گے۔

واللہ الموفق للخیر والسداد